



مختصر سفینہ کراچی



یا خدا اختر رضا کو چرخِ ہدایت کے
تکہ دلائل پر گزری اپنی رضا کے واسطے

حامد و محمود اور حماد و احمد کر گئے
میرے مولا حضرت حامد رضا کے واسطے

مختصر سفرِ نبوی

فاضلِ افتخارِ اہل بیت علیہم السلام
شیخ الشریعہ حضرت علامہ مفتی
محمد اختر رضا خان
قادیانوی بریلوی

شیخِ اہلِ حضرت جمال (ع)
جمہور اسلام حضرت علامہ مفتی
محمد حامد رضا خان
قادیانوی بریلوی

رجحان / ۱۴۲۰ھ

جلد نمبر ۲ شمارہ نمبر ۳

محمد حنیف

سیرت

محمد حنیف قادیانوی

محمد یونس شاہ قادیانوی

مجلس ادارت

مجلس مشاورت

☆ علامہ سید احمد رضا خان قادیانوی
☆ علامہ سید محمد رضا خان قادیانوی
☆ علامہ سید محمد رضا خان قادیانوی

☆ علامہ سید محمد رضا خان قادیانوی
☆ علامہ سید محمد رضا خان قادیانوی
☆ علامہ سید محمد رضا خان قادیانوی

| نمبر شمار | مضمون | مصنف / مرتب | صفحہ نمبر |
|-----------|--|---|-----------|
| ۱ | قرآن کتاب ہدایت ہے لیکن.....! | ادارہ | ۲ |
| ۲ | کتاب محفوظ | مفتی احمد یار خان قادیانوی | ۳ |
| ۳ | اولادِ دل کی تحفہ | حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری | ۵ |
| ۴ | اجالا جس کا ہے دو جہاں میں..... | سید آل رسول حسنین میاں قادیانوی | ۶ |
| ۵ | کنز الایمان اور صدر الشریعہ علیہ السلام | علامہ عبدالحمید نعمانی | ۷ |
| ۶ | احقاق حق | حضور تاج الشریعہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری | ۱۳ |
| ۷ | زبان شناس مترجم | محمد اسحاق رضوی مصباحی | ۲۱ |
| ۹ | کنز الایمان، مسکن تکلف ترجمہ قرآن | محمد دانش احمد اختر قادری | ۲۷ |
| ۱۰ | حضور تاج الشریعہ کا دورہ بمصر و شام ۲۰۰۹ | ادارہ | ۳۲ |



زیر سالانہ: 150 روپے

فی شمارہ: 15 روپے

قرآن کتاب ہدایت ہے لیکن.....!

یقیناً قرآن کتاب ہدایت بھی ہے، ضابطہ حیات بھی ہے، ذریعہ نجات بھی ہے، خود خالق کائنات نے قرآن مجید کو ”هُدًى لِّلنَّاسِ“ لوگوں کے لئے ہدایت فرمایا ہے لیکن اس سے ہدایت ملتی کسے ہے، مگر قرآن سے سب ہی ہدایت پاسکتے تو یہ گروہ بندیوں اور فرقے، لڑائی جھگڑے، جنگ و جدال کیوں ہے، اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: ”هُدًى لِّلْمُتَّقِينَ“ یہ ہدایت ہے نیکوں اور پرہیزگاروں کے لئے، مجھ سے ڈرنے والوں کیلئے۔ یہی لوگ قرآن سے ہدایت پاتے ہیں ورنہ ”يُضِلُّ بِهِ كَثِيرًا“ بے شمار اس قرآن کو پڑھ کر گمراہ ہو جاتے ہیں۔ اور اسے پڑھ کر گمراہ کون ہوتے ہیں، ارشاد باری تعالیٰ ہوتا ہے: ”وَمَا يُضِلُّ بِهِ إِلَّا الْفَاسِقِينَ“ اسے پڑھ کر گمراہ نہیں ہوتے مگر فاسق اور نافرمان۔

اس کتاب ہدایت کے پڑھنے والے گمراہ کیوں ہو جاتے ہیں قرآن فرماتا ہے اس لئے کہ ”تُؤْمِنُونَ بِبَعْضِ الْكِتَابِ وَتَكْفُرُونَ بِبَعْضٍ“ یعنی بعض آیات پر ایمان لاتے ہیں اور بعض کے منکر ہو جاتے ہیں۔ امام احمد رضا خان قادری رحمہ اللہ رقم طراز ہیں: ”امردین کا مدار اور وہ جس پر نجات موقوف ہے پورے قرآن عظیم پر ایمان لانا ہے تو اکثر گمراہ یوں ہی گمراہ ہوئے کہ بعض آیتوں پر ایمان لائے اور بعض سے منکر ہو بیٹھے جیسے ”قدریہ“ (کاپنے آپ کو خود اپنے افعال کا خالق جانتے ہیں) اس آیت پر تو ایمان لائے کہ: ”ہم نے ان پر ظلم نہ کیا بلکہ وہ خود ہی اپنی جانوں پر ظلم کرتے ہیں۔“ اور اس آیت سے منکر ہو بیٹھے کہ: ”اللہ تمہارا بھی خالق ہے اور تمہارے اعمال کا بھی۔“ اور ”جبریہ“ (کسانوں کی ہر حرکت مجبورات ہے) اس آیت پر ایمان لائے: ”تم کیا چاہو ہوں مگر یہ کہ چاہے اللہ جو مالک سارے جہاں کا۔“ اور اس آیت کے منکر ہوئے: ”یہ ہم نے ان کی سرکشی کا بدلہ دیا اور بیشک ہم ضرور سچے ہیں۔“ اور ”خارجی“ (کہ ربک کبیرہ کو کافر کہتے ہیں) اس آیت کریمہ پر ایمان لائے کہ: ”بیشک فاجر لوگ ضرور جہنم میں ہیں قیامت کے دن اس میں جائیں گے۔“ اور اس آیت کے منکر ہوئے: ”بیشک اللہ کفر کو نہیں بخشتا اور اس کے نیچے جتنے گناہ ہیں، جسے چاہے بخش دیتا ہے۔“ اور گمراہ ”مرجیہ“ (جو کہتے ہیں کہ مسلمان کو کوئی گناہ نہیں دیتا) اس آیت پر ایمان لائے کہ: ”اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو بیشک اللہ سب گناہ بخش دیتا ہے، بیشک وہی بخشنے والا مہربان ہے۔“ اور اس آیت کے منکر ہوئے کہ: ”کوئی برا کام کرے گا اسے بدلہ دیا جائے گا۔“ اور اس کی مثالیں اور بہت ہیں۔“ جیسے محمد رسول اللہ ﷺ کی رسالت عام ہے ایسے ہی قرآن عظیم کی ہدایت عام ہے۔ یہ کسی گروہ، علاقے، زمانے یا قوم کے ساتھ خاص نہیں۔ اسی لئے جب اسلام عرب سے نکل کر گجی علاقوں میں پہنچا تو قرآن کے ترجمہ کی ضرورت پیش آئی تاکہ غیر عرب بھی احکام خداوند سمجھ سکیں۔ ترجمہ قرآن سے متعلق مباحث کثیر ہیں سردست ہم صرف صحیح ترین اور سب سے زیادہ پڑھے جانے والے ترجمہ قرآن ”کنز الایمان“ سے متعلق چند معروضات پیش کریں گے۔

برصغیر میں انگریز کے وارد ہونے سے قبل اسلامیان ہند متفقہ عقائد کے حامل تھے۔ انگریزوں نے ہندوستان پر مکمل قابض ہو جانے کے بعد اقتدار سے محروم کئے گئے مسلمانان ہند پر نہ صرف سیاسی، سماجی، معاشی اور معاشرتی مظالم کی انتہاء کی بلکہ انہیں ان کے دین سے پھیر دینے کی بھی بھرپور کوشش کی۔ انگریز شاطرنے جس طرح خداؤں اور لالچیوں کے ذریعہ جنگ کا میدان جیتا تھا، اسی طرح اس نے مسلمانوں کے ایمان پر ڈاکہ ڈالنے کا منصوبہ بنایا۔ ہندوستان بھر میں انہوں نے ایسے افراد کی تلاش شروع کر دی کہ جو ہوں تو مسلمانوں ہی میں سے، عالم، مولوی کہلاتے ہوں، صوفی یا ولی کا لبادے میں ہوں، بچہ و دستار کے پردہ میں ہوں لیکن ان کے منہ میں زبان انگریز کی ہو، اور وہ اپنی اس چال میں انتہائی کامیاب

کتاب محفوظ

اس کی طرف اشارہ نہیں، دماغ سے نہ بچھ ہے، یا تار اوپر نکتہ واسلہ سرا ہے ہوئے کا
”تفسیر معالم التنزیل شریف“ مطبوعہ بمبئی جلد ۴ ص ۳۵

میں ہے: ”قال قتادہ والسدي الباطل هو الشيطان لا يستطيع ان
يغير او يزيد فيه او ينقص منه قال الزجاج معناه انه محفوظ
من ان ينقص منه فيا تيه الباطل من بين يديه او يزيد فيه فيا تيه
الباطل من خلفه وعلى هذا المعنى الباطل الزيادة والنقصان“
{یعنی قتادہ وسدی مفسرین نے کہا: ”باطل کہ شیطان قرآن میں کچھ گھٹا،
بڑھا، بدل نہیں سکتا۔“ زجاج نے کہا: ”باطل کہ زیادت و نقصان ہیں
قرآن ان سے محفوظ ہے، کچھ کم ہو جائے تو باطل سامنے سے آئے،
بڑھ جائے تو پس پشت سے اور یہ کتاب ہر طرح باطل سے محفوظ ہے۔}
”فوائد الرحمت شرح مسلم الثبوت“ مطبع لکھنؤ ص ۴۱

میں ہے: ”اعلم انی رأيت في مجمع البيان تفسير الشيعة انه
ذهب بعض اصحابهم الى ان القرآن العياد بالله كان زائدا
على هذا المکتوب المقروء قد ذهب بتقصير من الصحابة
الحامسين العياد بالله، لم يعتر صاحب ذلك التفسير هذا
القول فمن قال بهذا القول فهو كافر لا نكاره الضرورى“
{یعنی میں نے طبری رافضی کی مجمع البیان میں دیکھا کہ بعض رافضیوں
کے مذہب میں قرآن عظیم معاذ اللہ اس قدر موجود سے زائد تھا، جن
صحابہ نے قرآن جمع کیا عیاداً باللہ ان کے تصور سے جاتا رہا، اس مضر
نے یہ قول اختیار نہ کیا جو اس کا قائل ہو کافر ہے کہ ضروریات دین کا
منکر ہے۔} {فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۲۵۹/۲۶۰}

.....☆ بقیہ..... اولاد، دل کی گھٹن ☆.....

ہونا ہی ایسے عظیم حق کا موجب ہے جس سے کبھی بری الذمہ نہیں ہو سکتا،
نہ کہ اس کے ساتھ اس کی پرورش میں کوشش، اس کے آرام کیلئے ان کی
تکلیفیں خصوصاً پیٹ میں رکھنے، پیدا کرنے، دودھ پلانے میں ماں کی
اذیتیں، ان کا شکر کہاں تک ادا ہو سکتا ہے؟

إِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَإِنَّا لَهُ لَحَافِظُونَ {الحجر: ۹}

ترجمہ: بیشک ہم نے اتارا ہے یہ قرآن اور بیشک ہم خود اس
کے نگہبان ہیں۔ {کنز الایمان}

قرآن عظیم کو ناقص بتاتے ہیں، کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ
سورتیں امیر المؤمنین عثمان غنی ذوالنورین یا دیگر صحابہ یا اہلسنت علیہ السلام نے
گھٹا دیں، کوئی کہتا ہے اس میں سے کچھ لفظ بدل دئے، کوئی کہتا ہے یہ
نقص و تبدل اگرچہ یقیناً ثابت نہیں محتمل ضرور ہے اور جو شخص قرآن
مجید میں زیادت یا نقص یا تبدل کسی طرح کے تصرف بشری کا دخل مانے یا
اُسے محتمل جانے بالا جماع کافر مرتد ہے۔ {فتاویٰ رضویہ ج ۱۳ ص ۲۵۹/۲۶۰}
”بیضاوی شریف“ مطبع لکھنؤ صفحہ ۳۲۸ میں ہے: ”الحافظون
ای من التحریف والزيادة والنقص“ {تبدیل و تحریف اور کمی و بیشی
سے حفاظت کرنے والے ہیں۔}

”جلالین شریف“ میں ہے: ”الحافظون من التبدیل
والتحریف والزيادة والنقص“ {یعنی حق تعالیٰ فرماتا ہے: {ہم خود اس
کے نگہبان ہیں اس سے کہ کوئی اسے بدل دے یا الٹ پلٹ کر دے یا
کچھ بڑھا دے یا گھٹا دے۔}

”جمل“ مطبع مصر جلد ۲ ص ۵۶۱ میں ہے: ”بخلاف سائر
الکتاب المنزلة فقد دحل فيها التحريف والتبدیل بخلاف
القرآن فانه محفوظ عن ذلك لا يقدر احد من جميع الخلق
الاتس والجن ان يزيد فيه و ينقص منه حرفا واحدا او كلمة
واحدة“ {یعنی بخلاف اور کتب آسمانی کے کہ ان میں تحریف و تبدل
نے دخل پایا اور قرآن اس سے محفوظ ہے۔ تمام مخلوق جب و انس کسی کی
جان نہیں کہ اس میں ایک لفظ یا ایک حرف بڑھا دیں یا کم کر دیں۔}

اللہ تعالیٰ سورۃ حم السجدہ میں فرماتا ہے: ”وَإِنَّا لَكِجَابِ
عَزِيزٌ ۝ لَا يَأْتِيهِ الْبَاطِلُ مِنْ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهِ تَنْزِيلٌ مِّنْ
حَكِيمٍ خَمِيدٍ ۝“ {فصل: ۴۲: ۴۱} بیشک یہ قرآن شریف معزز کتاب ہے، باطل کو

اولاد دل کی گھٹن

ملعون من عقوق والدیه، ملعون من عقوق والدیه“ {یعنی ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے، ملعون ہے وہ جو اپنے والدین کو ستائے۔} [ترغیب، ج ۳/ ص ۱۸۷]

امام اہل سنت اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خان قادری بریلوی قدس سرہ فرماتے ہیں: ”والدین کے ساتھ نیکی صرف یہی نہیں کہ ان کے حکم کی پابندی کی جائے اور ان کی مخالفت نہ کی جائے بلکہ ان کے ساتھ نیکی یہ بھی ہے کہ کوئی ایسا کام نہ کرے جو ان کو ناپسند ہو اگرچہ اس کیلئے خاص طور پر ان کا کوئی حکم نہ ہو اس لئے کہ ان کی ”فرماں برداری“ اور ان کو ”خوش رکھنا“ دونوں واجب ہیں اور نافرمانی اور ناراض کرنا حرام ہے۔“ [حق والدین، ص 38]

والدین اس کیلئے اللہ جل شانہ اور رسول اللہ ﷺ کے سائے اور ان کی ربوبیت و رحمت کے مظہر ہیں یہی وجہ ہے کہ قرآن عظیم میں اللہ ﷻ نے اپنے حق کے ساتھ ان کا حق بھی ذکر فرمایا: ”أَنْ أَشْكُرَ لِمَنْ وَلِيَ الْإِثْمَ“ {یعنی حق مان میرا اور اپنے ماں باپ کا۔} [ہود، ص ۱۱۷]

حدیث پاک میں ہے کہ ایک صحابی رسول نے حاضر خدمت ہو کر عرض کی: ”یا رسول اللہ ﷺ! ایک راہ میں ایسے گرم پتھروں پر اگر گوشت ان پر ڈالا جاتا کہ اب ہو جاتا، میں چھ میل تک اپنی ماں کو اپنی گردن پر سوار کر کے لے گیا ہوں، کیا میں اب اس کے حق سے عہدہ برآ ہو گیا؟“ ارشاد ہوا: ”لعله ان يكون بطلقه واحدة“ {یعنی تیرے پیدا ہونے میں جس قدر درد کے جھٹکے اس نے اٹھائے ہیں شاید ان میں سے ایک جھٹکے کا بدلہ ہو سکے۔} [مجمع الزوائد، ج ۸/ ص ۱۳۷]

بالجملہ والدین کا حق وہ نہیں کہ انسان اس سے عہدہ برآ ہو سکے، وہ اس کی حیات و وجود کے سبب ہیں تو جو کچھ نعمتیں دین و دنیاوی پائے کا سب انھیں کے طفیل میں کہ ہر نعمت و کمال وجود پر موقوف ہے اور وجود کے سبب وہ ہوئے تو صرف ”ماں باپ“..... بقیہ صفحہ ۴ پر

عن زید بن واقد عن مكحول عن علي قال رسول الله ﷺ من اقتراب الساعة..... والولد غبطاً [كنز العمال، جلد ۱۴/ ص ۵۷۳/ ۵۷۴]

ترجمہ: حضرت زید ابن واقد سے روایت ہے، انھوں نے مکحول سے روایت کی، انھوں نے مولیٰ علی کریم اللہ علیہ السلام سے روایت کی، فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ: قرب قیامت کی نشانیوں میں سے ہے..... اولاد دل کی گھٹن ہو جائے۔

اس سے مراد اولاد میں نافرمانی کی کثرت ہے۔ ماں باپ کی نافرمانی اللہ جبار و قہار کی نافرمانی ہے ان کی ناراضگی اللہ قہار کی ناراضگی ہے۔ آدمی ماں باپ کو راضی کر لے تو وہ اس کے لئے جنت ہیں اور اگر ناراض کر دے تو وہی اس کے لئے باعثِ دوزخ ہیں، جب تک ماں باپ کو راضی نہ کرے گا، اس کا کوئی فرض، کوئی نفل، کوئی عمل نیک اصلاً قبول نہ ہوگا۔ عذابِ آخرت کے علاوہ دنیا میں ہی جیتے جی اس پر سخت بلا نازل ہوگی، مرتے وقت معاذ اللہ کلمہ نصیب نہ ہونے کا خوف ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ”طاعة الله طاعة الوالد و معصية الله معصية الوالد“ {اللہ کی اطاعت والد کی اطاعت ہے اور اللہ کی معصیت (نافرمانی) والد کی معصیت ہے۔} [مجمع الزوائد، ج ۸/ ص ۱۳۶]

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ”كُل الذنوب يورث الله ما شاء منها الى يوم القيامة الا عقوق الوالد بن فان الله تعالى يجعله لصاحبه في الحياة قبل الممات“ {یعنی سب گناہوں کی سزا اللہ تعالیٰ چاہے تو قیامت کے لیے اٹھا رکھتا ہے مگر ماں باپ کی نافرمانی کی سزا اس کے جیتے جی (دنیا میں) پہنچاتا ہے۔} [ماہم صحاح، ج ۳/ ص ۱۵۶]

نیز فرمایا رسول اللہ ﷺ نے: ”ملعون من عقوق والدیه“

اجالا جس کا ہے دو جہاں میں وہ میرے آقا کی روشنی ہے

اجالا جس کا ہے دو جہاں میں وہ میرے آقا کی روشنی ہے
 انہیں کا چرچا ہے آسمان پر، زمیں پہ بھی ہے ذکر انہیں کا
 گناہگاروں کے حق میں رحمت پر ہیزگاروں کے حق میں راحت
 وہ مصطفیٰ ہیں، وہ مجتبیٰ ہیں، وہ عل رب، نور کبریا ہیں
 جمیل وہ ہیں، بکلیل وہ ہیں، وکیل وہ ہیں، کفیل وہ ہیں
 رفیع وہ ہیں کہ رفعتوں پر انہیں کے قدموں کا ہے اجارہ
 شعور کے رخ سے اٹھ رہے ہیں یقیں کے ہاتھوں گماں کے پردے
 وہ خوشبوئے زلف مصطفیٰ ہے کہ مشک بھی بچ جس کے آگے
 یہ چاند، سورج، ستارے سارے انہیں کے جلوؤں کا فیض پائیں
 کہاں ہے دنیا میں شہر ایسا، مدینہ جیسا، مدینہ جیسا
 وہ سبز گنبد، وہ ان کا روضہ، وہ ان کی مسجد کا گوشہ گوشہ
 وہ کیاری جنت کی پیاری پیاری، وہ ان کی محراب، ان کا منبر
 حساب کا دن کٹھن تو ہوگا مگر ہمیں ان کا آسرا ہے
 انہیں کے قدموں کی برکتوں سے یہ زندگی آج زندگی ہے
 ہر ایک گل میں، ہر اک کلی میں مہک انہیں کی بسی ہوئی ہے
 وہ ذات اقدس کہ جس کی شفقت ہر اک پہ یکساں برس رہی ہے
 حبیب وہ ہیں، قریب وہ ہیں، انہیں سے بزم جہاں بھی ہے
 خلیل وہ ہیں، جلیل وہ ہیں، ہر اک ادا ان کی نت نئی ہے
 شفیع وہ ہیں شفاعتوں پر انہیں کی مہر کرم لگی ہے
 وہ رب واحد، یہ عبد واحد، یہی ہے وحدت، یہی دوئی ہے
 مہکتی گلیاں یہ کہہ رہی ہیں سواری ان کی ابھی گئی ہے
 شفق کے گالوں پہ ہے جو سرخی یہ ان کے تلووں کی روشنی ہے
 ہے فخر جنت زمیں کا کلوا جہاں مزار نبی بنی ہے
 قدم قدم پر لگے ہے ایسا فلک سے جنت اتر پڑی ہے
 نہ کیوں منور ہو چپہ چپہ یہ رب کے محبوب کی کلی ہے
 وہ آئی جائیں گے بخشوانے شفاعت ان کو عطا ہوئی ہے
 یہی ہیں احمد، یہی محمد، یہی ہیں محمود، یہی حامد
 حمید یہ ہیں، سعید یہ ہیں، انہیں سے نعتی کی لوگی ہے

.....☆ بقیہادارہ یہ ☆.....

”وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُولِهِ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَلَكِنَّ الْمُنَافِقِينَ لَا يَعْلَمُونَ“ (النفاق: ۸) اور عزت تو اللہ اور اس کے رسول اور مسلمانوں ہی کی ہے مگر منافقوں کو نہیں۔
 یقیناً قرآن کتاب ہدایت ہے لیکن اسے پڑھ کر بہت سے لوگ خود بھی گمراہ ہوتے ہیں اور دوسروں کیلئے لوگ گمراہی کا سامان کرتے
 ہیں۔ قرآن سے ہدایت حاصل کی جاسکتی مگر ہدایت یافتہ لوگوں کی بیرونی کر کے نہ کہ گمراہوں کا دامن تھام کر ہدایت کی آرزو کی جائے۔ جیسا کہ
 اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ دعا کریں: ”إِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ غَيْرِ الْمَغْضُوبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّالِّينَ ۝“ (ہم کو سیدھا راستہ چلا، راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا، ندان کا جن پر غضب ہوا اور نہ بیکے ہوؤں کا۔)
 قارئین! کنز الایمان سے ایک مثال آپ نے ملاحظہ کی۔ یہ ایک مثال کافی ہے کہ اہل ایمان ترجمہ قرآن کے انتخاب کے وقت
 صرف کنز الایمان منتخب کریں۔ کنز الایمان کا تعارف ہی اگر کما حقہ لکھا جائے تو کئی مجلدات تیار ہو جائیں۔ ان قلیل صفحات میں تو کنز الایمان کی
 کسی ایک خوبی کا تذکرہ بھی مکمل طور پر ناممکن ہے۔ صد سالہ (۱۳۳۰ھ تا ۱۴۳۰ھ) جشن کنز الایمان کے سلسلہ میں مختصر سی کاوش ہے اس امید پر کہ
 ایمان کے خزانے والوں میں ہمارا بھی شمار ہو جائے۔ آمین

کنز الایمان اور صدر الشریعہ

کنز الایمان کا سورج تو چڑھتا ہی جائے گا۔

الحمد للہ! کنز الایمان کی خوبیاں ایسی نہیں کہ صرف امام احمد رضا کے معتقد و مریدین ہی مداح ہیں بلکہ جنہیں امام احمد رضا سے مسلکی ہم آہنگی بھی نہیں ارادت و تلمذ تو دور کی بات ہے وہ بھی جب حقیقت میں نگاہوں سے غیر جانبدار ہو کر ترجمہ امام احمد رضا کی زیارت کرتے ہیں اور اس کی تہ بہ تہ خوبیوں سے واقف ہوتے ہیں تو بے ساختہ مدح و ثنا میں زبان کھول کر حقیقت کا اعتراف کرنے میں کوئی تامل نہیں کرتے۔ ذیل میں ایسے ہی دو تاثرات ہدیہ ناظرین ہیں، چشم حیرت وا کیجیے اور پڑھیئے۔

پاکستان کے سابق وزیر اطلاعات و نشریات مولانا کوثر نیازی جو مشہور دیوبندی عالم مولانا محمد ادریس کاندھلوی کے شاگرد ہیں اور عرصہ تک جماعت مودودی معروف بہ جماعت اسلامی سے بھی منسلک رہ چکے ہیں وہ اعلیٰ حضرت امام احمد رضا کی حقائق نگاری و ادب آموزی سے متاثر ہو کر تحریر کرتے ہیں: ”ادب و احتیاط کی یہی روش امام احمد رضا کی تحریر و تقریر کے ایک ایک لفظ سے عیاں ہے یہی ان کا سوز نہاں ہے جو ان کا حرز جاں ہے، ان کا طہرائے ایمان ہے، ان کی آہوں کا دھواں ہے، حاصل کون و مکان ہے۔ برتر ازین و اکں ہے باعث رشک قدسیاں ہے راحت قلب عاشقاں ہے، سرمہ چشم سالکاں ہے ترجمہ کنز الایمان ہے۔“

”وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَىٰ“ کے ترجمے کو دیکھ لو، قرآن پاک شہادت دیتا ہے ”مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَىٰ“ رسول گرامی نہ گمراہ ہوئے نہ بھٹکے ”ضَلَّ“ ماضی کا صیغہ ہے مطلب یہ ہے کہ ماضی میں آپ کبھی گم گشتہ راہ نہیں ہوئے۔ عربی زبان ایک سمندر ہے اس کا ایک ایک لفظ کئی کئی مفہوم رکھتا ہے ترجمہ کرنے والے اپنے عقائد و افکار کے رنگ میں انکا کوئی سا مفہوم اخذ کر لیتے ہیں: ”وَوَجَدَكَ ضَالًّا“

اعلیٰ حضرت مجدد دین و ملت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ العزیز کا ترجمہ قرآن کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن (۱۳۳۰ھ) مقبولیت کی جس بلند ترین منزل پر فائز ہے وہ محتاج بیان نہیں، ہندو پاک اور دیگر ممالک میں اس کی اشاعت جس پیمانے پر ہو رہی ہے اس کا مقابلہ دنیا کی دیگر زبانوں کے ترجمے تو کیا خود اردو کے تراجم میں بھی کوئی ترجمہ نہیں کر سکتا، ایک زمانہ تھا کہ اس کی اشاعت کی طرف سے غفلت برتی جا رہی تھی، اور دوسرے تراجم چور و راز سے قرآن کے معنی و مطالب کے نام پر سنی گھروں میں پھیلائے جا رہے تھے عام خواندہ مسلمان فرق تراجم سے ناواقف ہونے کی وجہ سے نادرست تراجم قرآن حاصل کرتے جا رہے تھے لیکن اب جبکہ ہر طرف ترجمہ امام احمد رضا کی دھوم مچی ہوئی ہے دوسرے تراجم قرآن کی اشاعتیں متاثر ہونے لگی ہیں یہی وجہ ہے کہ عرب کے بعض ممالک میں ہندو پاک کے وہابی مسلک کے متعصب افراد نے پابندی لگوانے کی پوری کوشش کی اور وہ سرکاری طور پر پابندی لگوانے میں کامیاب بھی ہو گئے، لیکن الحمد للہ اس پابندی کا اثر انکا کلا جیسے رکوانے کی تدابیر کی جا رہی تھی اس کی شہرت اور اشاعت آسمانوں کو چھونے لگی۔ سچ کہا ہے کسی کہنے والے نے..... سچ

مرہ فٹاند نور دسگ جو گو کند

اور بالکل ایسے ہی اس کی اشاعت بڑھتی جا رہی ہے جیسے اسلام کہ اسلام کی فطرت میں قدرت نے پلک دی ہے اتنا ہی یہ ابھرے گا جتنا کہ دباؤ گے چونکہ ترجمہ کنز الایمان قرآن و اسلام کا سچا ترجمان اور مسلک حق کا صحیح ترین پاسبان ہے اس لئے اللہ تعالیٰ نے اسے اسلام ہی کی طرح ابھرنے اور بڑھنے کی فطرت سے نوازا ہے، اب گھٹانے والے لاکھ گھٹائیں روکنے والے ہزار تدبیریں کرتے رہیں لیکن

کا ترجمہ ”ما ضل“ { گمراہ نہیں ہوئے } کی شہادت قرآن کو سامنے رکھ کر عظمت رسول کے صین مطابق کرنے کی ضرورت تھی مگر ترجمہ نگاروں سے پوچھو: ”انھوں نے آیت قرآنی سے کیا انصاف کیا ہے؟“ شیخ الہند مولانا محمود الحسن (دہلوی) ترجمہ کرتے ہیں: ”اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ بھٹائی“ کہا جاسکتا ہے کہ مولانا محمود الحسن ادیب نہ تھے ان سے چوک ہو گئی۔ آئیے ادیب، شاعر، مصنف اور صحافی مولانا عبدالماجد دریا آبادی (دہلوی) کی طرف رجوع کرتے ہیں ان کا ترجمہ ہے: ”اور آپ کو بے خبر پایا سورتہ بتایا“ مولانا دریا آبادی پرانی وضع کے اہل زبان تھے ان کے قلم سے صرف نظر کر لیجیے اس دور میں اردوئے معلیٰ میں لکھنے والے اہل قلم سید ابوالاعلیٰ مودودی کے دروازے پر دستک دیجئے ان کا ترجمہ یوں ہے: ”اور تمہیں ناواقف راہ پایا اور پھر ہدایت بخشی۔“

غیبر کی گمراہی اور پھر ہدایت یابی میں جو جو دوسوے اور خدشے چھپے ہوئے ہیں انھیں نظر میں رکھئے اور پھر کنز الایمان میں امام احمد رضا خان کے ترجمہ کو دیکھئے!

بیاورید گرا بجا بود سخن دانے غریب شہر سخن ہائے گفتنی دارو
امام نے عشق افروز اور ادب آموز ترجمہ کیا ہے، فرماتے ہیں: ”اور تمہیں اپنی محبت میں خود رفتہ پایا تو اپنی طرف راہ دی“ کیا ستم ہے فرقہ پرور لوگ رشدی کی ہفوات پر تو زبان کھولنے سے اور عالم اسلام کے قدم ہتھم کوئی کاروائی کرنے میں اس لئے تامل کریں کہ کہیں آقا یان نعمت ناراض نہ ہو جائیں مگر امام احمد رضا کے اس ایمان پرور ترجمہ پر پابندی لگا دیں جو عشق رسول کا خزینہ اور معارف اسلامی کا گنجینہ ہے۔

جنوں کا نام خرد رکھ دیا ، خرد کا جنوں
جو چاہے آپ کا حسن کرشمہ ساز کرے

[امام احمد رضا ایک ہر جہت شخصیت ص ۸-۹ مطبوعہ دار و معارف نعمانیہ لاہور ۱۳۱۱ھ]

اب آئیے امیر جمعیت اہل حدیث پاکستان جناب سعید بن عزیز یوسف زئی کے کنز الایمان کے بارے میں تاثرات ملاحظہ کریں: ”ہم چاہتے ہیں کہ اپنے اس مضمون میں اس بات کی وضاحت و صراحت کر دیں کہ کنز الایمان اہل حدیث کی نظر میں کیا ہے؟ اور اس پر

عائد کیے جانے والے الزامات پر ہمارا کیا نقطہ نظر ہے۔ اب آئیے اصل مضمون کی طرف جو کہ کنز الایمان کے بارے میں ہے کہ ہمارا اس کے بارے میں کیا نظریہ ہے جہاں تک علمائے دیوبند کا تعلق ہے وہ تو نہایت شدد و سہ سے اس کی مخالفت بلکہ تکفیر تک کرتے ہیں مگر میں نہایت وضاحت کے ساتھ یہ کہوں گا کہ ”آلم“ سے لیکر ”والناس“ تک ہم نے کنز الایمان میں نہ کوئی تحریف پائی ہے اور نہ ہی ترجمہ میں کسی قسم کی غلط بیانی، نہ ہی کسی بدعت یا شرک کے کرنے کا جواز پایا جاتا ہے بلکہ یہ ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ جس میں پہلی بار اس بات کا خاص خیال رکھا گیا ہے کہ جب ذات باری تعالیٰ کے لئے بیان کی جانے والی آیتوں کا ترجمہ کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ اس کی جلالت، علو تقدس و عظمت و کبریائی کو بھی ملحوظ خاطر رکھا گیا ہے جبکہ دیگر تراجم خواہ وہ اہل حدیث سمیت کسی بھی مکتب فکر کے علماء کے ہوں ان میں یہ بات نظر نہیں آتی ہے اسی طرح وہ آیتیں جن کا تعلق محبوب خدا شفیع روز جزا سید الاولین والآخرین امام الانبیاء حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ

زبان پہ بار خدایا یہ کس کا نام آیا
سے ہے، یا جن میں آپ سے خطاب کیا گیا ہے تو بوقت ترجمہ جناب مولانا احمد رضا خاں صاحب نے یہاں پر بھی اوروں کی طرح صرف لفظی اور معنوی ترجمہ سے کام نہیں چلایا بلکہ صاحب ”وَمَا يَسْطِغِي غِي الْقَهْوِي“ اور ”وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ“ کے مقام عالیشان کو ہر جگہ ملحوظ خاطر رکھا ہے یہ ایک ایسی خوبی ہے کہ دیگر تراجم میں بالکل ہی ناپید ہے۔“

قرآن مجید کے جتنے بھی تراجم آج تک اردو زبان میں ہوئے ہیں ان سب کو پڑھ ڈالیں سوائے کنز الایمان کے ہر ترجمہ میں یہ بات نظر آئے گی الفاظ کو کہ مختلف ہوں گے مگر مفہوم ایک ہی ہوگا کہ: ”وَوَجَدَكَ ضَالًّا فَهَدَى“ {اور تمہیں گمراہ پایا تو ہدایت دی}..... افسوس ان مترجمین پر بھی ہوتا ہے کہ بوقت ترجمہ اپنا ذہن اتنا سا بھی استعمال نہ کر سکے کہ یہ ترجمہ ہم کس کے لئے کر رہے ہیں؟ کیا وہ نعوذ باللہ گمراہ تھے، اگر گمراہ تھے تو پھر نبی کیوں کر بنے..... کیا قرآن مجید

زبانوں میں منتقل کیا جا چکا ہے۔ جبکہ کسی دوسرے ترجمہ قرآن کو شاید ہی یہ مقام حاصل ہو، اسے تین فاضل نے اپنے اپنے انداز سے انگریزی میں منتقل کیا ہے، دو چھپ چکا ہے تیسرا زیر طبع ہے کئی ہندی دانوں نے اسے ہندی میں منتقل کیا ہے، بنگلہ، گجراتی، سندھی، ڈچ زبانوں میں بھی اس کے تراجم ہو چکے ہیں اور کئی ایک زبانوں میں سلسلہ جاری ہے غالباً فارسی میں بھی کوئی فاضل ترجمے کی خدمت انجام دے رہے ہیں۔ گویا کہ امام احمد رضا کا ترجمہ قرآن کنز الایمان صرف اردو ہی میں قرآن کا ترجمہ نہیں بلکہ دوسری بہت سی زبانوں میں بھی قرآن کی ترجمانی کا بہترین ذریعہ ہے اب کسی بھی زبان میں قرآن کے معنی و مفہوم کو منتقل کرنے کے لئے براہ راست کنز الایمان کو سامنے رکھا جا رہا ہے اور اسی ترجمہ کو بنیاد بنایا جا رہا ہے اب تک اس کے محاسن پر پچاس سے زائد مقالات و کتب لکھے جا چکے ہیں۔ پھر بھی اس کے محاسن کا احاطہ نہیں کیا جا سکا جو بھی قلم اٹھاتا ہے کچھ نہ کچھ نئی خوبیاں سامنے لاتا ہے غرض یہ کہ ایک طرف قرآن تمام کتابوں پر فضیلت رکھتا ہے تو دوسری طرف کنز الایمان بھی تمام تراجم قرآن پر فوقیت رکھتا ہے، اور اس حسین ترین و صحیح ترین ترجمے کی خدمت سے ایک طرف سیدنا امام احمد رضا قدس سرہ عہدہ بردا ہوتے ہیں تو املا کی خدمت انجام دینے میں صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ اپنا ثانی نہیں رکھتے بلکہ یہ ترجمہ قرآن سچ پوچھے تو حضرت صدر الشریعہ علیہ السلام کی تحریک کا نتیجہ ہے واقعے کی تفصیل یوں بیان کی جاتی ہے:

”حضرت صدر الشریعہ مولانا شاہ محمد امجد علی اعظمی قدس سرہ نے اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قادری بریلوی قدس سرہ سے ترجمہ قرآن کی گزارش کی اور قوم کو اس کی جس قدر ضرورت ہے اسے ظاہر کرتے ہوئے اس کے لئے اصرار کیا اعلیٰ حضرت نے وعدہ تو کر لیا لیکن کثرت مشاغل کے باعث تاخیر ہوتی گئی تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا ترجمہ کے لئے مستقل وقت نکالنا مشکل ہے اس لئے آپ رات کو سونے کے وقت یا دن میں قیلولہ کے وقت آ جایا کریں تو میں املا کر دوں، چنانچہ حضرت صدر الشریعہ ایک دن کاغذ قلم اور دوات لے کر اعلیٰ حضرت کی خدمت میں حاضر ہو گئے اور عرض کیا: ”حضرت ترجمہ شروع ہو جائے۔“ چنانچہ

ان کے بارے میں اعلان نہیں کر رہا کہ ”مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوَى“ (تمہارے ساتھی محمد مصطفیٰ ﷺ گمراہ نہیں ہیں)۔۔۔۔۔ مگر دیکھئے کہ یہاں بھی مولانا احمد رضا خاں صاحب بریلوی ہی ہیں کہ ان کا ترجمہ مقام مصطفیٰ ﷺ کی روشنی میں کیا گیا ہے اور حامل مقام محمود ﷺ کی عظمت و رفعت کے مطابق ہے کہ لکھتے ہیں: ”اور تمہیں اپنی طرف راہ دی“ (آئینہ امام احمد رضا اس ۶۶۲/۶۶۳ ملخصاً/ملفوظہ اعلیٰ)

یوں ہی فاضل مضمون نگار نے بسم اللہ شریف، ”وَاسْتَغْفِرُ لَذَنْبِكَ“ اور آیت ”وَالسَّجْمَ إِذَا هَوَى“ ”وَوَجَدَكَ غَائِبًا“ کے تراجم کی خوبیاں بیان کی ہیں اور کھل کر محاسن کنز الایمان کا اعتراف کیا ہے آخری ہجرا گراف میں فاضل موصوف لکھتے ہیں: ”چنانچہ باوجود ان کے حقیقی ہونے کے ہم اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ انھوں نے اپنے ترجمے میں وہ چیز پیش کی ہے جس کی نظیر علمائے اہل حدیث کے ہاں بھی نہیں ملتی کنز الایمان واقعی ایک ایسا ترجمہ قرآن مجید ہے کہ ہر ایک قبیح رسول ﷺ کو پڑھنا چاہیے میں یہ بات برملا کہوں گا کہ کنز الایمان کا مطالعہ ہر اس شخص کے حق میں مفید ہے جو کہ جناب رسالت مآب ﷺ کا صحیح معنوں میں اطاعت گزار ہے۔“ (ایضاً اس ۶۶۸)

ترجمہ اعلیٰ حضرت کے محاسن و فضائل کا ذکر اس وقت مقصود نہیں، اس موضوع پر کثیر مقالات و کتب کی اشاعت عمل میں آچکی ہے خود ناچیز کا بھی ارادہ ہے محاسن کنز الایمان پر روشنی ڈالنے کا جس میں انشاء اللہ کچھ جدید گوشوں کو بھی اجاگر کرنے کی کوشش کی جائے گی۔ سر دست مذکور بالا دو فاضل کے (جن کا تعلق امام احمد رضا سے نہ مسلک کا ہے نہ تہذیب و ادب کا) تاثرات محض اس لئے سپرد قلم کر دیئے گئے ہیں تاکہ قرآن عظیم کے ترجمہ صحیح کنز الایمان کی اہمیت پر بطور خاص توجہ دی جائے کہ یقیناً یہ ترجمہ قرآن امام احمد رضا کا امت پر عظیم احسان ہے، جو بہت سی خفیم تقاضا پر بھی بھاری ہے جیسے جیسے وقت گزرتا جاتا ہے یہ بات اظہر من الشمس ہوتی جاتی ہے کہ یقیناً دنیا کی جتنی زبانوں میں بھی قرآن کا ترجمہ ہوا ہے اور غالباً اردو میں سب سے زیادہ ہوا ہے، سب پر امام احمد رضا کا ترجمہ کنز الایمان فوقیت و فضیلت رکھتا ہے، اس کے جہاں اپنے مداح ہیں اس کی اہمیت اس سے بھی ظاہر ہے کہ اس کو دنیا کی متعدد

۱۶، کسی پر ۱۷، کسی پر ۱۸، کسی پر ۱۹۔

ہر سورہ کے شروع میں بسم اللہ شریف کا ترجمہ بھی لکھا ہے جو اس طرح ہے کہ: ”اللہ کے نام سے شروع جو بہت مہربان رحم والا“ بعض مقامات پر ہے: ”بڑا مہربان“ اور سورہ یوسف پر ترجمہ یوں ہے: ”جو بہت رحم والا مہربان“ سورہ الحاقہ پارہ ۲۹ سے ترجمہ یوں ہے: ”جو نہایت مہربان رحم والا“

سورہ نساء کے اختتام پر یہ تاریخ ہے جبکہ اسکے کل ۱۷ صفحات ہیں ”شب دہم رجب قبل العشاء ۱۳۳۰ھ“ گویا یہ بھی پانچ ایام میں مکمل ہوا۔ سورہ انعام کے اختتام کی تاریخ ہے ”۱۶ رجب“ گویا مکہ اور انعام دونوں سورہیں صرف ۶ یوم میں ترجمے سے گزریں جبکہ ان کے کل صفحات ۲۴ ہیں۔ سورہ اعراف کے اختتام پر ”۲۰ رجب“ کی تاریخ درج ہے۔ سورہ یونس کے اختتام پر ”۲۵ رجب“ کی تاریخ درج ہے۔ سورہ ابراہیم، پارہ ۱۳ کے اختتام پر ”۸ شعبان“ درج ہے۔ سورہ حجر، پارہ ۱۳ کے اختتام پر ”۹ شعبان“ ہے۔ سورہ نحل، پارہ ۲۳ پر ”۱۶ شعبان“ ہے۔

اندازہ ہے کہ جمادی الآخرہ کی کسی تاریخ کو ترجمہ شروع ہوا اور ۱۶ شعبان تک ڈھائی مہینے میں مکمل ۱۳ پارے ہو گئے۔ سورہ اسراء (یعنی بنی اسرائیل) پر ”۱۹ شعبان“ درج ہے۔ سورہ کہف کے اختتام پر کوئی تاریخ نہیں البتہ تین رکوع قبل ختم ہونے کے ”۱۳ شعبان“ درج ہے، اس کے بعد سورہ مریم مکمل نہیں ہے اور چالیس صفحات غائب ہیں۔ پھر سورہ نحل، پارہ ۲۰ کے اختتام سے ایک رکوع قبل ”شب ۲ جمادی الآخرہ“ کی تاریخ مرقوم ہے گویا شعبان ۳۰ ہجری سے لے کر جمادی الاولیٰ ۳۱ ہجری تک ۹ مہینے کام بند رہا کسی اہم ضرورت یا علالت کے پیش نظر پھر ۹ ماہ بعد ”۲ جمادی الآخرہ“ کے قریب شروع ہوا، یا جمادی الاولیٰ کے اواخر میں۔

سورہ سبا، پارہ ۲۲ کے اختتام پر ”شب ۷ جمادی الآخرہ“ درج ہے۔ سورہ یٰسین شریف کے اختتام پر ”۸ جمادی الآخرہ“ کی تاریخ درج ہے، گویا سورہ فاطر و یٰسین کے ترجمہ جو ساڑھے پانچ صفحات پر مشتمل ہیں ایک دن میں تحریر کئے گئے۔ سورہ صافات، پارہ

اسی وقت ترجمہ شروع کر دیا۔ ترجمہ کا طریقہ ابتدا یہ تھا کہ ایک آیت کا ترجمہ ہوتا اس کے بعد اس کی تفاسیر سے مطابقت ہوتی اور لوگ یہ دیکھ کر حیران رہ جاتے کہ بغیر کسی کتاب کے مطالعہ و تیاری کے ایسا برجستہ اور مناسب ترجمہ تمام تفاسیر کے مطابق یا اکثر کے مطابق کیسے ہو جاتا ہے؟ یقیناً یہ اللہ کا بڑا فضل و احسان ہے اعلیٰ حضرت پر۔ اس کام میں جب دیر لگنے لگی، تو اعلیٰ حضرت نے فرمایا: ”ایسا نہیں بلکہ ایک رکوع کا پورا ترجمہ کرتا ہوں اس کو بعد میں آپ لوگ تفاسیر سے ملا لیا کریں۔“ چنانچہ حضرت صدر الشریعہ اس کام میں لگ گئے پہلے ترجمہ لکھتے پھر تفاسیر سے ملاتے جس کی وجہ سے اکثر بارہ بجے کبھی کبھی دو بجے رات گئے اپنی رہائشگاہ پر واپس ہوتے، غرض اس طرح حضرت صدر الشریعہ نے اعلیٰ حضرت سے قرآن پاک کا ترجمہ مکمل کرایا۔ (سوانح اعلیٰ حضرت)

یہ عظیم الشان اور اہم کام دن یا رات کے قلیل عرصے میں سال ۱۳۳۰ھ و ۱۳۳۱ھ کے درمیانی چند ماہ میں پایہ تکمیل کو پہنچا۔ کنز الایمان کا جو مخطوطہ (قلمی نسخہ) مولانا قاری احمد جمال اعظمی مصباحی شیخ القویہ جامعہ نعیمیہ مراد آباد کی معرفت نہایت خستہ حالت میں دستیاب ہوا ہے اس کے شروع اور درمیان سے بعض اوراق غائب ہیں، شروع صفحہ سات، سورہ بقرہ، رکوع نمبر ۱ سے ہے۔ اس کے پہلے صفحات دستیاب نہیں، یہ مخطوطہ خاص صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا ہے ترجمے کے کل صفحات ۳۲۵ ہیں اور سائز 20x30/8 انچ ہے جا بجا حاشیہ پر تاریخ بھی درج ہے۔ سورہ بقرہ شریف کے اختتام پر تاریخ ہے: ”شب بست و نیم ۲۹ جمادی الآخرہ قبل عشاء“ اختتام رسید بفضلہ تعالیٰ ”من نہیں دیا ہوا ہے غالباً ۱۳۳۰ھ ہے کہ یہی تاریخی نام ”کنز الایمان“ لکھتا ہے جبکہ ترجمے کا اختتام ۱۳۳۱ھ میں ہے اس سے معلوم ہوا کہ نام آغاز ترجمہ کے حساب سے ہے۔

سورہ آل عمران کے اختتام پر ہے ”شب پنجم رجب“ جس سے ظاہر ہوتا ہے پوری سورہ آل عمران کا ترجمہ جو ۱۵ صفحات پر ہے پانچ دنوں میں یا اس کے کم میں اختتام کو پہنچایا، اس سے ترجمے کی رفتار کا اندازہ لگایا جاسکتا ہے کہ یومیہ پانچ صفحات ہوتے، واضح رہے کہ مسودے پر صرف ترجمہ ہی مرقوم ہے اور سطرین مختلف ہیں کسی صفحے پر

سرا نے املا کرایا، کیوں کہ متعدد مقامات پر خاص سطر ہی میں ایک ترجمہ لکھا ہوا ہے پھر اس کو قلم زد کر کے آگے دوسرا ترجمہ ہے، گویا ایک ترجمہ لکھوا کر اس پر غور فرماتے پھر ضرورت محسوس ہوتی تو قلم زد کر کے دوسرا لکھواتے پھر آگے کی آیات کا ترجمہ ہوتا، ہاں بعض مقامات وہ بھی ہیں جن کو قلم زد کر کے دو سطروں کے درمیان کی جگہ یا حاشیہ پر..... کا نشان لگا کر دوسرا ترجمہ مرقوم ہے۔ لیکن ایسے مقامات نسبت کم ہیں، غالباً یہ نظر ثانی کے وقت ہوا ہوگا۔

بعض آیات کے ترجمے دو دو ہیں میں نے ایسے مکرر تراجم کو رضوی کتاب گھر بھونڈی، بدلی سے شائع ہونے والے نسخہ کنز الایمان کے حاشیہ پر مکرر لکھ کر حاشیہ میں شامل کر دیا ہے جبکہ سابقہ مطبوعہ نسخوں میں صرف ایک جگہ مکرر ترجمہ قوسین میں اصل ترجمہ کے ساتھ ہی درج ہے اور وہ آیت ہے: ”الْحَقُّ مِنْ رَبِّكَ“ [آیہ: ۱۴۷]

اس مسودے میں درمیان سطور جگہ جگہ موٹے قلم سے صفحات لگے ہوئے ہیں، جیسے پہلے کے کاتب درمیان کتابت جب کتاب کا صفحہ پورا ہوتا تو مسودے میں اسی جگہ سطروں کے بیچ صفحہ ڈال دیا کرتے تھے اب یہ رواج کم ہے۔ اس سے اندازہ ہوتا ہے کہ اسی خاص نسخہ سے اولین مرتبہ کتابت و طباعت کا بھی کام لیا گیا ہے کاتب نے سورۃ اخلاص پر ۶۰۹ صفحہ لگایا ہے جبکہ تین سورتیں اس کے بعد ہیں اس سے معلوم ہوتا ہے کہ پہلی مرتبہ جو کنز الایمان کی اشاعت ہوئی اس کے کل صفحات ۶۱۰ تھے۔ ایسا کوئی مطبوعہ نسخہ اب تک میری نظر سے نہیں گزرا ہے البتہ سنا ہے کہ پہلے پہل صرف ترجمہ قرآن بغیر تفسیر کے چھپا تھا، غالباً یہ اسی نسخہ کا صفحہ ہوگا، کیوں کہ ۶۱۰ صفحات میں تفسیر کے ساتھ ترجمہ و متن قرآن کو سمونا مشکل ہے۔ خصوصاً اس وقت جبکہ تمام کام لیتھو سسٹم سے ہوتا تھا۔ ”قرآن کریم کے اردو تراجم“ مصنفہ ڈاکٹر صالحہ عبدالحکیم میں ہے کہ ”کنز الایمان کا پہلا ایڈیشن مراد آباد کے مطبع نعیمی میں طبع ہوا یہ ریف کاغذ پر طبع تھا اور چار سواٹھاسی ۳۸۸ صفحات پر مشتمل تھا۔“ ایسا کوئی نسخہ بھی اب تک میری نظر سے نہیں گزرا ممکن ہے یہ بغیر متن قرآن صرف ترجمہ کی کوئی اولین اشاعت ہو۔

اب ذیل میں بعض وہ مقامات پیش کئے جاتے ہیں جہاں

۲۳ کے اختتام پر شب ۹ جمادی الآخرہ درج ہے۔ سورۃ حدید، پارہ ۲۷ کے آخر میں شب ۲۰ جمادی الآخرہ درج ہے۔ سورۃ حشر، پارہ ۲۸ کے آخر میں ”شب ۲۱ جمادی الآخرہ“ درج ہے۔ سورۃ تحریم، پارہ ۲۸ کا اختتامیہ ”شب ۲۲ جمادی الآخرہ“ ہے۔ سورۃ قلم، پارہ ۲۹ کا آخریوں ہے ”شب ۳۲ جمادی الآخرہ“۔ سورۃ جن، پارہ ۲۹ کے آخر میں ”شب ۳۳ جمادی الآخرہ“ ۳/۲۱ (ساڑھے چار) صفحات۔ سورۃ دہر، پارہ ۲۹ کے آخر میں تاریخ ہے ”شب ۲۵ جمادی الآخرہ“ ۳ صفحات۔ سورۃ تطفیف، پارہ ۳۰ کی تاریخ اختتام ”شب ۲۶ جمادی الآخرہ“ ۵ صفحات۔ سورۃ واقیع کے آخر میں ہے ”شب ۲۷ جمادی الآخرہ“ ۳ صفحات۔

مسودے کے صفحات ۳۲۵ ہیں آخری صفحہ پر حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کا دستخط اس طرح ہے:

شب ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ

کاتب، فقیر بارگاہ رضوی

ابوالعلا امجد علی اعظمی عفی عنہ

بہت سی صورتوں کے اختتام پر تاریخ درج نہیں، بلکہ بعض صورتوں کے درمیان میں بھی تاریخیں درج ہیں۔

ابتدا اور انتہا کی تاریخوں سے اندازہ لگتا ہے کہ ترجمہ ۱۳۳۰ھ میں ہوا اور اختتام ۲۸ جمادی الآخرہ ۱۳۳۱ھ میں، لیکن کام مسلسل نہیں ہوا ہے بعض صفحات مسودے کے درمیان سے غائب بھی ہیں جن کی تاریخیں معلوم کرنا مشکل ہے، البتہ اس بات کا اندازی لگانا کچھ مشکل نہیں کہ یہ نادر و نایاب اور مہتمم بالشان ترجمہ قرآن موسوم بہ ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ سال کے چند مہینوں میں مکمل ہوا، پورے ایک سال بھی صرف نہ ہوئے اور وہ بھی رات میں عشاء کے بعد سوائے چند ان ایام کے جن کی صراحت ہے کہ ان میں قبل عشاء کام ہوا، اندازہ ہے کہ یہ کام چار پانچ مہینوں میں انجام کو پہنچا غالباً اتنی قلیل مدت میں قرآن کا ایسا عظیم الشان ترجمہ بھی اعلیٰ حضرت کی خصوصیات سے ہے۔

حضرت صدر الشریعہ علیہ الرحمہ کے ہاتھ کا لکھا ہوا یہ مسودہ اصل وہی مسودہ معلوم ہوتا ہے جسے سرکار اعلیٰ حضرت امام احمد رضا قدس

پہلے ترجمہ کچھ تھا بعد میں تبدیل کر کے دوسرا لکھا گیا تاکہ اس سے امام احمد رضا کے فکری ارتقاء کا اندازہ لگایا جاسکے۔

| سورہ | آیت | ترجمہ اول (غیر مطبوعہ و قلم زدہ) | ترجمہ ثانی (مطبوعہ) |
|----------|-----|--|---|
| آل عمران | ۴۳ | اے مریم اپنے رب کیلئے سجدہ کر اور اس کے حضور ادب سے کھڑی ہو، | اے مریم اپنے رب کے (حضور ادب سے کھڑی ہو اور اس کے لئے سجدہ کر) |
| | ۴۴ | جب وہ اپنی قلمیں ڈالتے تھے | جب وہ اپنی (قلموں سے قرعہ ڈالتے تھے) |
| نساء | ۷۴ | تو اسے چاہیے کہ اللہ کی راہ میں ان سے لڑے جو آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی مول لیتے ہیں | انھیں اللہ کی راہ میں لڑنا چاہیے جو دنیا کی زندگی بیچ کر آخرت لیتے ہیں |
| | ۸۳ | جان لیتے یہ جو بات کھود کر نکال لیتے ہیں | جان لیتے یہ جو بات (میں کاوش کرتے ہیں) |
| | ۱۵۵ | تو یقین نہیں لاتے (رکھتے) مگر تھوڑا | تو ایمان نہیں لاتے مگر تھوڑے |
| مائیدہ | ۳۱ | اور اپنی کی طرف پلٹ نہ جاؤ کہ زیاں کی طرف | اور پیچھے نہ پلٹو کہ نقصان پر پلٹو گے |
| انعام | ۱۳۶ | یا وہ بے حکمی کا جانور، جو غیر خدا کا نام لے کر ذبح کیا گیا | یا وہ بے حکمی کا جانور (جس کے ذبح میں غیر خدا کا نام پکارا گیا) |
| انعام | ۲۷ | اے ایمان والو! اللہ و رسول سے خیانت نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں خیانت کرو جان کر تو اللہ ان کے کاموں سے خبردار ہے | اے ایمان والو! اللہ و رسول سے دغا نہ کرو اور نہ اپنی امانتوں میں دانستہ خیانت تو اللہ ان کے (کام دیکھ رہا ہے) |
| توبہ | ۱ | بیزاری ہے اللہ اور رسول کی | بیزاری کا حکم سنانا ہے اللہ اور رسول کی طرف سے |
| ابراہیم | ۱۲ | اور ہم ضرور صبر کریں گے تمہاری ایذا پر | اور تم جو ہمیں ستا رہے ہو ہم ضرور اس پر صبر کریں گے |
| نمل | ۴۳ | اس محل میں داخل ہو | اس سے کہا گیا کہ (محسن میں آ) |
| صافات | ۴۸ | ان کے پاس ہیں نیچی نگاہ والیاں بڑی آنکھ والیاں | ان کے پاس ہیں (جو شوہروں کے سوا دوسری طرف آنکھ اٹھا کر نہ دیکھیں گی، بڑی آنکھ والیاں) |

سورہ مجادلہ پارہ: ۲۸/ آیت نمبر: ۱۳: ”يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا... الخ“ (اے ایمان والو! جب تم کوئی بات رسول سے آہستہ عرض کرنا چاہو تو اپنی عرض کے پہلے کچھ صدقہ دے لو) اس پر مسودے میں ایک مختصر حاشیہ ہے: ”یہ اس کی اصل ہے جو مزارات اولیاء پر تصدیق کے لئے شیعری وغیرہ لے جاتے ہیں۔“ اس حاشیہ کو حضرت مفسر قرآن مولانا نعیم الدین مراد آبادی علیہ الرحمہ نے اپنی تفسیر خزائن العرفان میں

سورہ انفصیل میں ”وَقَدْ خَابَ مَنْ دَسَّاهَا“ کا ترجمہ صرف اس قدر ہے: ”اور نقصان پایا“ آگے جگہ چھوٹی ہوئی ہے شاید بعد میں لکھنا تھا کسی وجہ سے نشست بدل گئی اور یہ ناقص رہ گیا۔ مراد آباد سے حضرت صدر الافاضل نے جو نسخہ مع تفسیر طبع کرایا ہے اس میں اس آیت کا ترجمہ اس طرح ہے: ”اور نامراد ہوا جس نے اسے معصیت میں چھپایا“ (سورہ انفصیل پارہ: ۳۰/ آیت: ۱۰)

حضور اعلیٰ حضرت کے حوالے سے شامل فرمایا ہے۔ سورہ رحمن / آیت: ۳۵، ۳۶ پر بھی دو حاشیے ہیں جو تفسیر خزائن العرفان میں شامل ہیں۔

سورہ مائدہ / آیت: ۵۴: ”وَلَا يَخَافُونَ لَوْمَةَ لَائِمٍ“ کا مطبوعہ ترجمہ ہے: {اور کسی ملامت کرنیوالے کی ملامت کا اندیشہ نہ کریں گے۔} اس کا مسودے میں حاشیہ پر دوسرا ترجمہ بھی مرقوم ہے {اور کسی کے اُلٹے سے نہ ڈریں گے} یہ دوسرا ترجمہ پہلے کو قلم زد کئے بغیر نسخہ کی علامت ”ن“ کے ساتھ ہے یہ دوسرا ترجمہ پہلے سے زیادہ مختصر اور ٹھیک محاورے میں ہے میں نے صحیح شدہ جدید الطبع نسخہ میں اس کو شامل کر دیا ہے اور حاشیے پر ملحدہ رکھا ہے۔

سورہ اعراف / پارہ ۸: کی ابتدائی آیات: ”يَكْسَابُ اَنْزَلِ اِلَيْكَ..... الخ“ کے ترجمہ {اے محبوب! ایک کتاب تمہاری طرف اتاری گئی تو تمہارا جی اس سے نہ رکے۔} پر ایک مختصر حاشیہ اس طرح ہے: ”یہ خیال پیدا نہ ہو کہ شاید لوگ نہ مانیں۔“ یہ حاشیہ بھی بھیجے طبع ہونے سے رہ گیا ہے البتہ اس کا مفہوم خزائن العرفان میں موجود ہے۔

ایک ضروری وضاحت: ترجمہ اعلیٰ حضرت کے مخطوطہ اور اس کے قدیم مطبوعہ نسخوں کو دیکھنے سے یہ پتہ چلتا ہے کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل قدس سرہ نے مضامین قرآن کی کوئی فہرست نہیں بنائی تھی اور نہ قدیم نسخوں میں کوئی فہرست مضامین چھپی ہے۔ مجھے اچھی طرح یاد ہے، تقسیم ہند کے بعد سب سے پہلے ترجمہ اعلیٰ حضرت کو ”کتب خانہ اشاعت الاسلام دہلی“ نے چھاپنا شروع کیا تو اس کے مطبوعہ نسخوں میں بھی فہرست نہیں ہوتی تھی۔ کچھ دنوں کے بعد کسی کے مشورے پر یا کسی مصلحت کی وجہ سے اس کتب خانے نے ایک فہرست مضامین شامل کر دی اور جب دیگر اداروں نے ترجمہ اعلیٰ حضرت شائع کرنا شروع کیا تو پھر سب نے اس کی تقلید کی اور وہی فہرست، تقریباً دہلی کے تمام ناشرین نے اس کو شائع کر ڈالا فہرست کی پیشانی پر یا اس کے آخر میں مرتب کی حیثیت سے کسی کا نام بھی نہیں۔ اس لیے آج کل عام طور سے یہ سمجھا جانے لگا ہے کہ یہ ”فہرست القرآن المجید“ اعلیٰ حضرت کی ہے یا صدر الافاضل کی، حالانکہ دونوں بزرگوں کا اس فہرست کی ترتیب و اشاعت سے کوئی تعلق نہیں اور چونکہ اس فہرست میں بعض عنوانات کے

تحت جو آیات دی گئی ہیں ان کا بظاہر عنوان سے تعلق معلوم نہیں ہوتا اور نہ ہی تفسیری طور پر ان آیات کی عنوان سے مطابقت ہو پاتی ہے اس لئے اس کو بہانہ بنا کر بعض معاندین نے اعلیٰ حضرت پر اعتراض کرنا شروع کر دیا ہے حتیٰ کہ بعض مخالفین نے اس کے خلاف مضامین بھی چھاپ ڈالے ہیں۔ اس لئے وضاحت ضروری تھی اور میری تمام ناشرین قرآن سے گزارش ہے کہ ترجمہ اعلیٰ حضرت و تفسیر صدر الافاضل کے ساتھ اپنی طرف سے کوئی فہرست مضامین شامل نہ کریں کہ اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل مورد الزام ٹھہریں اور اگر عوام کی افادیت کے پیش نظر کوئی فہرست شامل ہی کرنی ہے تو اسے مستند و معتد علمائے اہلسنت، بالخصوص بریلی شریف آستانہ اعلیٰ حضرت، جامعہ نعیمیہ یا مراد آباد یا الجلسۃ الاشرفیہ مبارکپور یا عظیم گڑھ کے معتد علماء کو دکھالیں اور مرتب کی صراحت بھی فہرست کی پیشانی پر یا آخر میں کر دیں، جب شائع کریں تاکہ اضافی چیزوں میں تسامع واقع ہو جانے کی وجہ سے سرکار اعلیٰ حضرت یا صدر الافاضل کے دامن پر دھبہ نہ آئے۔

غرض حضرت صدر الشریعہ علیہ السلام کا بڑا احسان ہے کہ سرکار اعلیٰ حضرت سے اصرار کر کے قوم مسلم کی بھلائی کیلئے قرآن عظیم کا اردو میں ترجمہ کرا ڈالا، ورنہ قرآن نہیں میں اردو داں طبقے کو کتنی دشواری ہوتی محتاج بیان نہیں خصوصاً جبکہ مارکیٹ میں متعدد غلط ترجمے رواج پا چکے تھے۔ لہذا حضور صدر الشریعہ اور سرکار اعلیٰ حضرت کے اس عظیم احسان سے امت مسلمہ رہتی دنیا تک عہدہ برا نہیں ہو سکتی ہے۔

راقم الحروف نے کنز الایمان کے مخطوطے اور قدیم مطبوعہ نسخوں کی مدد سے کنز الایمان کی حتی المقدور صحیح کر ڈالی ہے کیونکہ ناشرین کی بے توجہی اور صحیح میں غفلت کی وجہ سے کنز الایمان میں کتابت کی بے شمار غلطیاں در آئی تھیں الحمد للہ صحیح شدہ نسخے ”فیاض الحسن بک سیلہ بنی مرک، کانپور“ اور ”رضوی کتاب گھر، بھونڈی، دہلی“ سے شائع ہو رہے ہیں۔ فالحمد لله اولاً و آخراً

☆.....☆.....☆.....☆.....☆

رفیع الدین محدث دہلوی نے یہ ترجمہ کیا ہے کہ: ”سوائے اس کے نہیں کہ میں آدمی ہوں مانتہ تمہارے۔“ اور شاہ عہد القادر محدث دہلوی کا ترجمہ یہ ہے: ”میں بھی ایک آدمی ہوں جیسے تم۔“ ان حضرات کے علاوہ اردو ترجمہ کرنے والوں نے اسی جیسا ترجمہ کیا ہے اس لئے فاضل بریلوی کا ظاہر صورت کی عبارت لانا اور وہ بھی بریکٹ کے بغیر بہر حال غلط ہے۔“

اقول: اولاً: بالکل غلط اور مبہل ہے آپ پہلے یہ کہہ کر کہ: ”اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ دکھائیں گے۔“ اپنے منہ آپ قبول چکے ہیں کہ یہ ترجمہ غلط نہیں ہے۔ ہاں اپنی لیاقت علمی سے اسے درمیانی بتا رہے ہیں تو آپ کو یوں کہنا چاہیے تھا کہ: ”یہ ترجمہ غلط ہے نہ صحیح ہے بلکہ درمیانی ہے۔“ یہیں سے آپ کے اعتراض کی حقیقت ظاہر کہ خود ہی اسے جھٹلا دیتے ہیں۔

ثانیاً: جناب کا تراجم کو ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے پر دلیل بنانا صحیح نہیں یوں کہیے کہ ترجمہ رضویہ ان دو مشہور تراجم کے خلاف ہے تو ایک بات بھی ہوتی، مگر صاحب بہادر ہر غیر مشہور کا غلط ہونا ضروری نہیں، ہم صداوی سے اس کی مثال دے چکے۔

ثالثاً: ترجمہ رضویہ کے غلط ہونے کی دوسری وجہ بیان کی ہے کہ: ”ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھا دیئے“ اور اسی کی دلیل آیت کریمہ کے مفردات کے معانی بیان کر کے دی ہے۔ سبحان اللہ! آپ عربی بھی پڑھانے لگے؟ یہ منہ اور مسور کی وال.....!

پھر اس عربی پڑھانے میں کیسی صریح غلطی کی کہ ٹحکم کے معنی ”تم“ جی اگر ٹحکم کا معنی ”تم“ ہے تو ”تمہارے“ کس کا ترجمہ ہے؟ یہیں سے ظاہر کہ جناب کو معمولی عربی بھی نہیں آتی کہ سمجھ لیتے کہ ٹحکم یہاں محل جرم میں مضاف الیہ ہے تو اس کا ترجمہ ”تمہارے“ ہوانہ کہ ”تم“

اقول وبالله التوفیق۔ ہم تسلیم نہیں کرتے کہ: ”ظاہر صورت بشری“ کلام پر زائد ہے اس لئے کہ یہ ظاہر کہ: ”اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ (میں تم جیسا بشر ہوں۔) میں تشبیہ ہے اور تشبیہ کے ارکان چار ہیں: مشبہ، مشبہ بہ، ادات تشبیہ اور وجہ تشبیہ۔ اب ”میں تم جیسا بشر ہوں“ میں بشریت حضور ﷺ مشبہ اور لوگوں کی بشریت مشبہ بہ اور

بھی یہی کیا ہے کہ دعویٰ کر دیا کہ: ”الزام الٹ کر اپنی طرف آتا ہے۔“ اور وجہ نہ بتائی، ہم بتائیں معترض صاحب کی یہ لیاقت علمی ہے کہ انہوں نے آیہ کریمہ: ”قُلْ اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ کو اپنے دعوے کی دلیل سمجھ لیا ہے جیسی تو چمک کے کہا کہ: ”اگر صحیح ترجمہ کرتے ہیں تو الزام..... اٹخ“ حالانکہ آیہ کریمہ میں حضور ﷺ سے فرمایا گیا کہ تم تو اعضا فرما دو کہ میں تم جیسا ہوں نہ کہ ہمیں حکم ہوا کہ ہم کہیں کہ حضور ہم جیسے بشر ہیں اور ہمیں یہ کیسے روا ہو سکتا ہے کہ ہم یہ کہیں جبکہ اللہ عزوجل حضور علیہ السلام کی ازواج مطہرات کے بارے میں فرماتا ہے:

”يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسْتُنَّ كَأَحَدِيقِ النِّسَاءِ“ یعنی ”اے نبی کی بیویا تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو۔“

حضور ﷺ اپنے لئے فرماتے ہیں: ”تم میں کون مجھ جیسا ہے؟“ ”لَسْتُنَّ كَأَحَدِيقِ النِّسَاءِ“ میں تم میں کسی کی طرح نہیں“ تو یہ خوش فہمی معترض صاحب پر الزام کی رجسٹری کر رہی ہے۔ واللہ الحمد ثانیاً: معترض نے کہا: ”اور اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں تو اہل علم کو کیا منہ گے۔“ مجھ تعالیٰ معترض نے خود اپنے منہ قبول دیا کہ یہ ترجمہ رضویہ غلط نہیں بلکہ صحیح ہے اس لئے کہ ناظرین کرام پر یہ روشن کہ یہ کہنا کہ: ”اگر غلط ترجمہ کرتے ہیں۔“ اسی وقت صحیح ہو سکتا ہے جبکہ ترجمہ غلط نہ ہو اور ہر سمجھ والے پر ظاہر کہ غلط اور صحیح کے درمیان واسطہ نہیں تو جو غلط نہ ہوگا ضرور صحیح ہوگا تو اب ناظرین کرام خود ہی سمجھ سکتے ہیں کہ معترض نے یہ کہہ کر کہ: ”اس لئے درمیانی چال چلی..... اٹخ“ اپنا رد خود ہی کر لیا اور اپنی سمجھ دانی سب کو کھول کر دکھا دی۔

خدا جب دین لیتا ہے

خرد بھی چھین لیتا ہے

كذالك العذاب ولعذاب الاعداء اكبر لو كانوا يعلمون

اب معترض صاحب بہادر ترجمہ رضویہ لکھنے کے بعد یوں منہ کھولتے ہیں: ”اس ترجمہ پر کئی اعتراضات واقع ہوتے ہیں۔ اول یہ کہ قرآن مجید میں ”اِنَّمَا اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ“ اصل عبارت ہے، معمولی عربی جاننے والا سمجھتا ہے کہ انما حصر کے لئے اور بشر کے معنی ”آدمی“ اور مِثْلُ کے معنی ”جیسے“ اور ٹحکم کے معنی ”تم“ ہیں۔ اس لئے صحیح ترجمہ یہ ہوا: ”بس میں تمہارے جیسا آدمی ہوں۔“ اسی لئے شاہ

جیسا اداۃ تشبیہ ہے، عربی وجہ تشبیہ تو وہ لفظ میں موجود نہیں بلکہ محذوف ہے اور محذوف میں حقیقت میں لفظ ہے۔ شرح جامی میں ہے: **والمحذوف لفظ حقیقہ.....** اس لفظ (اور محذوف حقیقہ لفظ ہے) معترض صاحب اب بتائیں کہ یہ ترجمہ میں زیادتی ہوئی یا اس محذوف وجہ تشبیہ کا اظہار ہوا جو جز و تشبیہ ہے اور جس کے بغیر کلام صحیح نہیں۔ اسی منہ سے عربی پڑھانے چلے تھے، پھر یہ آیت کریمہ میں **”بَشَرُ مِثْلُكُمْ“** خود اس وجہ تشبیہ کے محذوف ہونے پر قرینہ ہے جو یہ سمجھا رہا ہے کہ تشبیہ ظاہر بشریت میں ہے نہ کہ باطن و روح میں مگر سمجھنے کا قرینہ تو چاہئے۔ معترض صاحب اب بتائیں کہ جب کہ وجہ تشبیہ یہاں ضروری اور اس پر خود قرینہ لفظیہ موجود تو شاہ رفیع الدین و شاہ عبدالقادر طبریزی کے ترجمے میں اور ترجمہ رضویہ میں سوائے اس خصوصیت کے کہ ترجمہ رضویہ میں وجہ تشبیہ صراحۃً مذکور ہے اور ان دو میں نہیں کیا فرق ہوا۔ **ولکن الوہایۃ قوم یجہلون**

یہ تو اس صورت پر تھا جب بشریت حضور ﷺ کو مشہد بتائیں اب اگر کہو کہ بشر خود معنی وجہ تشبیہ ہے تو اس صورت میں ”ظاہر صورت بشری“ اس وجہ تشبیہ کی تفسیر ہوگی کہ یہاں بشریت میں تشبیہ محض باعتبار ظواہر اور اعراض بشری کے ہے نہ کہ باعتبار کل وجوہ کے بلکہ ذہن و فطین پر روشن کہ یہ بشر کے وجہ تشبیہ ہونے کی طرف اشارہ کے ساتھ اس کے معنی کا بطور لطیف بیان بھی ہے اس لئے کہ بشر میں ظہور ملحوظ ہے۔ شرح شفاء میں ہے: **”وَسَمُوا بِبَشَرٍ الظَّهْوَرِ جُلُودِهِمْ لِأَنَّ الْبَشَرَةَ ظَاهِرُ الْحُلْدِي“** (یعنی، انسان کو بشر اس کے جلد کے ظاہر ہونے کی وجہ سے کہتے ہیں۔) اس لئے کہ بشر ظاہر جلد ہے تو اسے زیادتی کہنا زیادتی ہے۔ کوئی معقول آدمی ہوتا تو امام احمد رضا علیہ السلام کا شکر گزار ہوتا کہ ایسا ترجمہ فرمایا کہ جس نے شبہات کا ازالہ کر دیا اور اس خصوصیت کو سمجھتا کہ ان کا ترجمہ ترجمہ ہی نہیں بلکہ مختصر اور جامع تفسیر بھی ہے جو اس کے دیکھنے والوں کو بڑی بڑی کتابوں میں دیدہ ریزی کی مشقت سے بچا لیتی ہے مگر معترض صاحب سے اس کی کیا امید.....

دیدہ کور کو کیا آئے نظر کیا دیکھے

اب چلو میں تمہارا جی رکھنے کو یہ تسلیم کر لوں کہ تمہارے

بقول ترجمہ میں زائد الفاظ بڑھادیے، مگر اے عقلمند! ہر زیادتی ناجائز نہیں ہوتی۔ زیادتی وہ ناجائز ہوتی ہے جس پر کوئی دلیل نہ ہو اور جس پر صحت کلام موقوف ہو وہ حقیقت میں زیادتی ہی نہیں چہ جائیکہ ناجائز ہو اور یہاں تم جسے زیادتی سمجھتے ہو وہ زیادتی ضروری ہے اور خود اس کی ضرورت اس کی دلیل ہے۔ اس لئے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ حضور ﷺ سے فرماتا ہے: **”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ“** (تم فرمادو! میں تم جیسا بشر ہوں) اور حضور کی ازواج مطہرات سے فرمایا: **”يَا نِسَاءَ النَّبِيِّ لَسُنُنُ كَمَا خَلَقْتُمُ النِّسَاءَ“** (اے نبی کی بیویوں! تم عورتوں میں کسی کی طرح نہیں ہو) بھلا کوئی ایمان والا کہہ سکتا ہے کہ نبی تو ہم جیسے بشر ہوں اور نساء نسی (ازواج مطہرات) جنہیں ساری فضیلت و برتری نساء نسی (ازواج مطہرات) ہو کر ملی وہ کسی کی طرح نہ ہوں اور خود حضور ﷺ نے فرمایا: **”لَسْتُ كَهَيْئَتِكُمْ“** (میں تمہاری ہیئت پر نہیں۔) {”لست كما أحد منكم“ (میں کسی (انسان) جیسا نہیں) ”أنا بكم مثلي“ (تم میں کون مجھ جیسا ہے) تو کیا کوئی یہ کہے گا کہ سرکار نے بشریت کا انکار فرمادیا، والعیاذ باللہ ہر گز نہیں، تو پھر اس تعارض کا کیا تذکر ہوگا ظاہر کہ یہاں ترجیح کی طرف راہ نہیں تو لامحالہ تطبیق ضروری اور وہ اسی طرح ہوگی کہ مثلیت کا اقرار باعتبار ظاہر حمیت و اعراض کے ہو اور مثلیت کا انکار باعتبار باطن و روح محمدی (ﷺ) کے ہو۔ دور کیوں جاؤ اسی آیت کو لے لو جسے تم لوگ بشر کہنے کی دلیل بنائے ہوئے ہو خود اس میں اس پر دلیل موجود ہے، ہم سے سنو: **”قُلْ إِنَّمَا أَنَا بَشَرٌ مِثْلُكُمْ“** کے متصل ہی فرمایا گیا: **”يُوحَىٰ إِلَيَّ إِنَّمَا إِلَهُكُمُ إِلَهٌ وَاحِدٌ“** (میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود ایک ہے) یہ ارشاد خود فرق کی روشن دلیل ہے اور اس وجہ تطبیق کی طرف راہ نما ہے جو امام احمد رضا علیہ السلام نے ”ظاہر صورت بشری“ فرما کر افادہ فرمائی اس لئے کہ یہ ظاہر کہ وحی ایسا باطنی امر ہے کہ اس کی خبر مادہ و شاکو کو تو کیا ہوتی صحابہ کرام نے بھی اس کے نزول کو نہ دیکھا بلکہ منزل دنی میں جو وحی ہوئی اس سے تو خود وحی لانے والے جبریل امین (علیہ السلام) بھی بے خبر ہیں۔ قال تعالیٰ: **”فَأَوْحَىٰ إِلَيَّ عَبْدِي مَا أَوْحَى“** (تو اللہ نے اپنے بندے محمد (ﷺ) کی طرف وحی کی، جو وحی کی) آیت کریمہ میں عہدہ سے مراد حضور ﷺ ہیں اور

”اَوْحَى“ کی ضمیر اسم جلال کی طرف راجع ہے۔ کما افادہ فی الشفاء عَنْ جماعة من المفسرين وابده توجب وحی ایسا باطنی امر ہے تو لامحالہ اس باطن کیلئے اسی جیسا باطن سرکار ﷺ کیلئے ضروری جو تمام بشر کے بواطن سے اعلیٰ ہوا اور جب وہ باطن سرکار ﷺ کے لئے ثابت تو حضور ﷺ کا اپنے اس باطن و روح کے اعتبار سے بشر سے جدا ہونا ضروری امر ہوا اور تشبیہ محض باعتبار ظاہر کے رہ گئی اسی کو حضور ﷺ نے فرمایا: ”يَا اَبَا بَكْرٍ لَمْ يَعْرِفْنِي حَقِيقَةً غَيْرِ رُبِّي“ کذا فی مطالع المسرات {اے ابو بکر! میری حقیقت کو سوائے میرے رب کے کسی نے نہ جانا} اور یہی مراد ہے حضور ﷺ کی اس فرمان سے جو ارشاد ہوا کہ: ”لَبِئْسَ مَعَ اللَّهِ وَقْتُ لَا يَسْمَعُنِي فِيهِ مَلَكٌ مُقَرَّبٌ وَلَا نَبِيٌّ مُرْسَلٌ“ {اللہ کے ساتھ میرا ایک وہ وقت ہے جس میں نہ کسی مقرب فرشتے کی گنجائش نہ کسی نبی مرسل کی مجال} اس پر ”شرح شفاء“ میں ملا علی قاری علیہ السلام کا فرمان واجب الاذعان سننے کے قابل ہے، فرمایا: ”والتحقيق أن المراد بالنبی المرسل ذاته الاكمل فانه في مقام جمع الجمع يعني عن ذاته و مقاماته“ یعنی تحقیق یہ ہے کہ مراد نبی مرسل سے حضور ﷺ کی ذات کاملہ ہے اس لئے کہ حضور مقام جمع الجمع میں اپنی ذات و مقامات سے فنا ہو کر اللہ کی ذات و صفات کے مشاہدہ میں مستغرق ہو جاتے ہیں۔ {علامہ علی قاری کے اس ارشاد سے معلوم ہوا کہ سرکار ابد قرار علیہ افضل الصلاۃ والسلام کے لئے ایک ایسا مقام بھی ہے جہاں خود انہیں کی بشریت حاضر نہیں ہوتی بھلا جس کا باطن ایسا ارفع و اعلیٰ ہو اس میں سوائے مشابہت ظاہری کے اور کیا تصور ہو۔ اسی لئے علمائے کرام نے مشابہت صرف حضور ﷺ کے ظاہر میں رکھی وہ بھی بایں معنی کہ حضور پر بعض اعراض و امراض بشری طاری ہوتے ہیں نہ کہ حسن و صورت میں کہ وہ تو سب سے اعلیٰ ہے اور جس طرح ان کا باطن سب سے ارفع ہے اسی طرح تمام انبیاء کے بواطن تمام بشر سے اعلیٰ ہیں، شفاء میں ہے: ”فَظَوَّاهُمْ و احسادهم و بينهم متصفة باد صاف البشر طاری علیہما ما يطرا علی البشر من الاعراض والامقام والموت ولفناء و لغوت الانسانية و ارواحهم بواطنهم متصفة با علی من اوصاف البشر متعلقة بالملا الا

علیٰ متشبهة بصفات الملائكة سليمة من التغير والافات لا يمسحها غالبا عجز الشربة ولا ضعف الانا فيه الخ“ {انبیاء کے ظواہر اور ان کے اجسام اوصاف بشری سے متصف ہیں ان پر وہ طاری ہوتا ہے جو بشر پر طاری ہوتا ہے یعنی اعراض و امراض و موت اور انسانی احوال اور ان کی ارواح و بواطن ان اوصاف سے متصف ہیں جو بشر کے اوصاف سے اعلیٰ ہیں اور صفات ملائکہ کے مشابہ ہیں تغیر و آفات سے محفوظ ہیں کہ انہیں عجز و بشریت اور ضعف انسانیت نہیں لاحق ہوتا۔} ”سیم الریاض شرح شفاء“ میں ہے: ”(فجعلوا من جهة الاجسام والظواهر مع البشر) أي موافقين لهم في صورتها (ومن جهة الرواح و البواطن مع الملائكة) أي متصفين بصفاتهم وهذا دليل على أن ظاهره كما صرَّ حوايه ولا يقاس عليه غيره من الأمة كما توهم وقوضوه ﷺ استحبابا أو تعليمات لامنه أو لعروض ما يقتضيه“ نیز اسی میں ہے: ”لا نه ﷺ بشري الظاهر ملكوتي لا يتحلى باحوال البشر كعد اليافوت من الاحجار“ {انبیاء کرام اپنے ظواہر و اجسام کی جہت سے بشر کے ساتھ کئے گئے یعنی ظاہر صورت بشری میں بشر کے مشابہ ہوئے اور اپنی ارواح و بواطن کی جہت سے ملائکہ کے ساتھ رکھے گئے یعنی ان کی ظاہر سے متصف ہوئے اور یہ اس امر کی دلیل ہے کہ حضور ﷺ کا ظاہر بشری ہے اور باطن ملکوتی ہے اسی لئے علماء نے کہا کہ حضور ﷺ کی نیند ناقض وضو نہیں اور آپ پر دوسروں کو قیاس نہیں کیا جاسکتا جیسا کہ کسی کو وہم ہوا اور نیند سے حضور ﷺ کا وضو فرمانا احتجابی امر ہے یا امت کو تعلیم کے لئے ہے یا کسی ایسے امر کا عارض ہونا ہے جو وضو کا مفتضی ہے اس لئے کہ حضور ﷺ ظاہر میں بشری ہیں باطن میں ملکوتی ہیں اور آپ بشری احوال سے اسی وقت متصف ہوتے ہیں جب اللہ تعالیٰ انہیں حکم دیتا ہے تاکہ امت ان کی ریت پکڑے اور ان خصال حمیدہ سے مشرف ہو جو اللہ نے حضور ﷺ کے لئے پسند فرمائے، تو حضور ﷺ کو بشر میں شمار کرنا ایسا ہے جیسا کہ یا قوت کو پتھر میں گننا۔}

ناظرین کرام! دیکھیں کہ ان عبارتوں سے کیسا روشن کہ تشبیہ محض ظاہر کے اعتبار سے ہو سکتی ہے اور باطن کے اعتبار سے نہیں

ہو سکتی۔ معترض بہادر! یہ سنتے چلیں کہ امام احمد رضا علیہ الرحمہ کا وہ ترجمہ جسے انہوں نے اردو کے ترجمہ کی بنا پر غلط بتایا تھا وہ علماء کے نزدیک نہ صرف یہ کہ صحیح ہے بلکہ ایسا مشہور ہے کہ محتاج بیان نہیں تو وہ جو ہم نے کہا تھا کہ ہر غیر مشہور غلط نہیں ہوتا محض تنزل تھا اور اردو کے ترجموں کی ہی حد تک تھا۔ نیز ان ارشادات کے پیش نظر ترجمہ رضویہ کو دیگر تراجم پر فوقیت ظاہر جیسا کہ پہلے بیان کر آئے تو اس مقام پر دیگر تراجم کو لانا جہل ہے۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

معترض میں ہمت ہے تو اب ان علماء کو وہ الزام دے جو سرکار امام احمد رضا کو دیئے کوئی بعید نہیں کہ انہیں بھی کہنے کی جرأت کر بھاگو، مگر پہلے اپنوں کی تو خبر لو۔ سنو! یہ شاہ عبدالعزیز صاحب علیہ الرحمہ کیا فرما رہے ہیں: ”وَلَلْآجِرَةُ خَيْرٌ لَّكَ مِنَ الْأُولَى“ کے تحت تفسیر عزیزی میں فرماتے ہیں: ”یعنی البتہ ہر حالت آخر بہتر باحد حرامہ معاملات اول تا آخر نہ بشریت حرامہ و صلوات اللہ علیہ و آلہ و سلم و نور حق بر تو علی سبیل اللہ و ام حاصل شود“ اھ! ہر آئندہ حالت تیرے لئے معاملہ گزشتہ سے بہتر ہوگی یہاں تک کہ تیری بشریت کا اصل وجود نہ رہے اور ہمیشہ کے لئے تیرے اوپر نور حق کا غلبہ ہو۔ {معترض صاحب! یہ تو بہت اونچی ہو گئی، آپ نے تو امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کو محض اتنی سی بات پر کہ انہوں نے ”ظاہر صورت بشری“ فرما دیا یہ الزام دے دیا کہ معاذ اللہ سرکار ابد قرار علیہ الخیر و السلام، امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک خدا ہیں، چنانچہ آپ لکھتے ہیں: ”دوسرے ”ظاہر صورت بشری“ میں تو پیارے پیغمبر دوسرے انسانوں کی مانند انسان ہیں حقیقت میں کیا ہیں یہ نہیں بتلایا اگر انسان کے علاوہ فرشتہ یا کوئی دوسری مخلوق مانا جائے تو توہین ہوتی ہے کیونکہ انسان تمام مخلوقات سے درجہ میں بلند ہے اس لئے سوائے اس کے اور کیا کہا جاسکتا ہے کہ حضور ﷺ ظاہری میں بشر ہیں حقیقت میں خدا ہیں۔۔۔۔۔ الخ“ ساون کے اندھے کو ہر اسی ہر نظر آتا ہے، کافر سب کو کافر ہی سمجھتا ہے مگر شاہ صاحب تو معترض کے طور پر بشریت حضور ہی سے منکر ہو گئے۔ اب انہیں بھی یہی الزام دے ورنہ ان کے بچاؤ کی کیا تدبیر ہے، بتائیے؟

یوں نظر دوڑے نہ برچھی تان کر

اپنا بیگانہ ذرا پہچان کر
ابھی کلیجہ ٹھنڈا نہ ہوا تو اور سنئے، یہ مولوی ذوالفقار علی دیوبندی ”قصیدہ بردہ“ کی ”شرح عطر الوردہ“ میں رقمطراز ہیں:
منزه عن شریک فی محاسنہ
فجوہر الحسن فیہ غیر منقسم
”جناب رسالت مآب ﷺ اس عیب سے پاک ہیں کہ ان کی خوبیوں میں بالذات اور کوئی ان کا شریک ہو بلکہ تمام خوبیوں کے آپ مستقل مالک ہیں اور ان میں جو خوبیاں ہیں آپ کی خوبیوں کا کھل ہے کیونکہ وہ آپ ہی سے مستفادہ میں۔۔۔۔۔ الخ“

معترض صاحب! یہ تو تمہیں اور کڑوی لگنی چاہیے کہ اس میں تو سرے سے تشبیہ ہی کی لگنی ہے مگر دیوبندی کی شرم رکھنے کو کچھ فتویٰ صادر نہ کرو گے۔ یہی ذوالفقار علی اس کتاب کے آخر میں اپنے قصیدہ نعتیہ میں کہتے ہیں۔۔۔۔۔ الخ

ما مثل احمد فی الوجود کریم

حضور ﷺ کے مثل وجود میں کوئی کریم نہیں۔

ظاہر ہے کہ کرم ایک باطنی وصف ہے جس میں حضور کے مثل کی لگنی کی ہے، اللہ انصاف! جب حضور ﷺ کے وصف باطنی میں کوئی آپ کا مثل نہیں تو اب مثلیت سوائے ظاہر کے کا ہے میں رہ گئی؟ کیوں معترض بہادر! اب کیا یہی ٹھہرائی ہے کہ ہم کہیں تم نہ کہو۔ ولا حول ولا قوة الا باللہ العلی العظیم

آگے ”میلا دو گوہر“ کے اشعار نقل کرنے کے بعد تحریر کرتے ہیں کہ: ”ان شعروں میں رسول اللہ ﷺ کو خدا کا اوتار ظاہر کیا گیا ہے اگر امام احمد رضا علیہ الرحمہ اس کو تسلیم نہیں کرتے تو انہوں نے ترجمہ میں ”ظاہر صورت“ کے الفاظ کیوں بڑھائے۔“

بھدہ تعالیٰ! ہم نے ثابت کیا کہ ”ظاہر صورت“ کی قید ضروری جس پر صحت کلام موقوف ہو اور اسی سے آیات و احادیث کے درمیان تطبیق حاصل اور اپنے مفید مطلب عبارات خصوصاً شاہ صاحب علیہ الرحمہ کا فرمان واجب الاذعان اور آخر میں ذوالفقار علی دیوبندی کی عبارت پیش کی، کسی کے خلاف شرع شعر سے امام احمد رضا پر کیا الزام۔

آگے کہتے ہیں کہ: ”سوال ہوتا ہے کہ اگر ترجمہ میں صرف بشر لے آتے تو حرج کیا تھا اس کا جواب یہ ہے کہ رسول ﷺ کو بشر کہنا کافروں کا طریقہ بتلا چکے ہیں..... الخ“

اقول: جی کافروں کا طریقہ نہیں تو آپ کے نزدیک مومنوں کا طریقہ ہوگا۔ ذرا بتائیے کوئی آیت، کون سی حدیث میں آیا ہے کہ مسلمانوں نے سرکار ﷺ کو اپنا جیسا بشر کہا؟ قل ہاتھو برہانکم ان کنتم صادقین

پھر لکھا: ”رسول اکرم کو صفات خداوندی کا مظہر اور کائنات و جنت و دوزخ، رزق و خیر کا مالک و قاسم بتا چکے ہیں اور حضور کو اپنا مجازی رب اور اپنے کو ان کا بندہ کہ چکے ہیں..... الخ“

قولہ: ”اور رسول اکرم کو صفات خداوندی کا مظہر“ اللہ! اللہ! بقلم خود توحید پرستوں کو حضور کے مظہر الہی ہونے پر بھی اعتراض ہے جن کی یہ شان ہے کہ: ”من رآنی فقد رأى الحق“ {جس نے مجھے دیکھا اس نے اپنے اللہ کا جلوہ دیکھا۔} معترض بہادر! اگر بندے کا مظہر صفات الہی ہونا چاہئے تو: ”تخلقوا باخلاق اللہ“ {اللہ کے اخلاق حمیدہ سے آراستہ ہو جاؤ۔} کا کیا مطلب ہوگا اور مشکوٰۃ کی اس مشہور حدیث کا کیا معنی بیان کی جائے گا جس میں وارد ہوا: ”ولا یزال عبدی یتقرب الیّ بنا التواقل حتیّ احبہ فاذا احببته کنت سمعہ الذی یسمع بہ و یمصرہ الذی یمصرہ و یدہ الّتی یمطش بہا و راحلہ الّتی یمشی بہا“ {بندہ مجھ سے نوافل کے ذریعہ نزدیکی چاہتا رہتا ہے یہاں تک میں اسے چاہتا ہوں تو جب میں اسے چاہتا ہوں تو اس کا کان ہو جاتا ہوں جس سے وہ سنتا ہے اور اس کی آنکھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے اور ہاتھ ہو جاتا ہوں جس سے وہ کام کرتا ہے پاؤں ہو جاتا ہوں جس سے وہ چلتا ہے۔} اللہ کے کان، آنکھ، ہاتھ، پیر نہیں تو سوائے اس کے کیا کہئے گا کہ بندہ اللہ کے صفات سمع و بصر و قدرت کا مظہر ہو جاتا ہے۔ اچھا معترض بہادر! ہماری نہ مانو تو اپنے امام (ہامیل دہلی جیل) کی سنو، وہ صراطِ مستقیم میں رقم طراز ہیں: ”اس صفات اگرچہ فی حد ذاتہا مستغنیٰ از مظاہر است لیکن بنا بر اقتضائے حکمت الہیہ با وجود استکثار در مظاہر مختلفہ کہ عبارت از مخلوقات است ظہور نمودہ

..... الخ“ ملتقطاً

نہ اس ”ظاہر صورت“ کی قید سے مذکورہ اشعار کا تسلیم کرنا لازم ہے تو شاہ صاحب علیہ الرحمۃ اور اس دیوبندی سے بھی پوچھئے کہ، اے شاہ صاحب! اگر تم ان کو تسلیم نہیں کرتے تو تم نے کیوں کہا کہ: ”تیری بشریت کا اصلاً وجود نہ رہے۔“ اور اے دیوبندی صاحب! تم نے حضور کے مثل کی نفی کیوں کی۔ معترض بہادر! پھر بے دیکھے تیر چلا گئے حبیب! میلا دگو ہر سے معترض نے یہ شعر بھی نقل کیا:

ادب سے زباں تھام کر رہ گیا میں
حبیب خدا کو خدا کہتے کہتے

اس شعر میں کوئی حرج نہیں اس سے معترض کا دعویٰ ثابت نہیں ہوتا تو اسے ذکر کرنا طرفہ جہالت ہے۔ نیز اس شعر کو بھی معترض نے جائے اعتراض میں رکھا ہے جو یہ ہے۔

ندائمی کہ سرکار تشریف لاؤ دو عالم کے مختار تشریف لاؤ
یہ شعر ہمارے نزدیک صحیح ہے۔ وہابیہ نہ مانیں تو ہماری بلا سے جہنم میں جائیں۔ پھر لکھتے ہیں: ”اگر کوئی صاحب کہہ دیں کہ ”ظاہر صورت“ اس لئے بڑھایا گیا ہے تاکہ کوئی دھوکہ نہ کھا جائے کہ پیغمبر ﷺ خدا کی پناہ بالکل دوسرے انسانوں کی مانند کمالات سے خالی ہیں۔ یہ کہنا جہالت ہے کیونکہ جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے وہ آپ کے فضائل پر بھی ایمان رکھتے ہیں اور جن کا ایمان نہیں ان کے لئے یہ وضاحت بیکار ہے۔“

اقول: تو لا! ہرگز بیکار نہیں اس لئے کہ ایمان والوں میں زیرک و نادان کبھی ہیں اور نادان کے لئے یہ وضاحت ضروری اگرچہ زیرک کے لئے ضروری نہیں اور بے ایمان کے لئے یہ قید اس کے منہ میں لگام لگانے کے لئے ہے۔

ثانیاً: معترض نے خود ہی صاف کہہ دیا کہ قرآن مجید پر ایمان رکھنے والے وہی ہیں جن کا فضائل حضور ﷺ پر ایمان ہے۔ معترض بہادر! اسماعیل دہلوی تو سب بندوں کو بڑے یا چھوٹے عجز و نادانی میں برابر کہہ چکے اور یہ کہہ کر فضائل نبی سے مکر چکے اور تم خود قبول کر چکے کہ: ”جس کا قرآن مجید پر ایمان ہے..... الخ“ تو بولو! تم اور تمہارا امام بے ایمان ہوئے کہ نہیں پھر کس منہ سے کہتے ہو: ”جن کا قرآن مجید پر ایمان ہے..... الخ“ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلیٰ العظیم

رکھی۔ ”مثنوی شریف“ میں ”قصہ خریداری بلالؓ“ میں ہے :
”سیدنا صدیق اکبرؓ نے حضور پر نورؐ سے کیا عرض کی۔

گفت ماد و بندگان کوئے تو کردمش آزاد ہم بد روئے تو
اللہ ﷻ فرماتا ہے: ”قُلْ يٰعِبَادِ اللّٰہِ اِنْ اَسْرَفُوْا عَلٰی
اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰہِ ۝ اِنَّ اللّٰہَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ
جَمِیْعًا ۝ اِنَّہٗ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۝“ (اے محبوب! تم اپنی تمام امت
سے یوں خطاب فرماؤ کہ: اے میرے بندو! جنہوں نے اپنی جانوں پر
عظم کیا اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ سب گناہ بخش دیتا
ہے، بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔)

حضرت مولوی معنوی دس سرہ ”مثنوی شریف“ میں فرماتے ہیں۔

بندہ خود خواہد احمد در رخاں حلقہ عالم رانچواں قل بعباد
طرفہ یہ کہ وہابیہ کے حکیم الامت اشرف علی تھانوی ”حاشیہ
شائم امدادیہ“ میں قرآن کریم کا یہی مطلب ہونے کی تائید کر گئے کہ
تمام جہان رسول اللہ ﷺ کا بندہ ہے۔ معترض بہادر! حضور ﷺ اور
حضرت عمر فاروق اعظمؓ اور مولانا رومؒ علیہ السلام کو بھی کیا شرک کا الزام
دیں گے؟ نیز شاہ ولی اللہ صاحب کو کیا کہیں گے؟ اور اپنے حکیم الامت
تھانوی صاحب کے لئے کیا کہیں گے؟ اور سنیں محمود حسن دیوبندی،
رشید احمد گنگوہی کے لئے کہہ رہے ہیں.....

عبید سو کا اکلے لقب تھا یوسف ثانی

[مرثیہ مکتوی]

یعنی رشید احمد گنگوہی کے کالے غلام بھی یوسف ثانی ہیں،
ان کے لئے بھی جواب سوچ رکھیں۔ آگے معترض صاحب بہادر منہ
کھولتے ہیں: ”اور بعض معتقد تو کھلے طور پر بشریت سے انکار کر چکے
ہیں۔ اسی گروہ کے ہمنوا ”آزالہ آبادی“ کہتے ہیں۔

تجھے کہہ سکوں بشر میں یہ کہاں مری حقیقت
میں زمیں پہ مر رہا ہوں تیری عرش تک رسائی
بہت برے ہیں وہ لوگ جو حضور ﷺ کی بشریت سے منکر ہیں، خارج از
اسلام ہیں، وہ ہمارے گروہ میں سے نہیں، ہم اہلسنت نہ بشریت مصطفیٰ
ﷺ کے منکر ہیں..... بقیہ صفحہ ۳۱ ملاحظہ فرمائیں۔

لو اتم تو حضور ﷺ کو اللہ کے صفات کا مظہر کہنے پر معترض ہو
امام الطائفہ (اسامیل دہلوی قیل) نے تو ساری مخلوق کو مظاہر صفات کہہ
دیا، ہماری تائید ہوئی۔ واللہ الحمد معترض بہادر! اب امام الطائفہ کو کیا
کہتے ہیں۔ کذلک العذاب ولعذاب الٰخرة اکبر لو کانو یعلمون
قولہ: ”اور کائنات و جنت و دوزخ، رزق و خیر کا مالک و قاسم بنا چکے
ہیں..... الخ“ بے شک حضور ﷺ مالک و قاسم ہیں، ان کے رب نے
انہیں مالک بنایا۔ قال تعالیٰ: ”اِنَّا اَعْطَيْنَاکَ الْکُفُوْرَ“ (بے شک
اے محمد ﷺ! ہم نے تمہیں خیر کثیر عطا فرمائی۔) {”مدارج النبوۃ“ میں
فرمایا: ”مراد ہاں خیر کثیر است در دنیا و آخرت..... الخ“ (مراد
اس سے دنیا و آخرت کی کثیر نعمتیں ہیں۔)

رہی یہ بات کہ امام احمد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ اپنے کو حضور ﷺ کا
بندہ لکھ چکے ہیں تو یہ بے شک صحیح ہے۔ یقیناً ہر اہل ایمان کے لئے
بندہ سرکار مدینہ ہونا فخر ہے مگر اس سے نتیجہ نکالنا کہ خود کو ان کا بندہ
کہنا معاذ اللہ انہیں خدا کہنا ہے، یہ معترض اور اس کی جماعت کی عقل
کے شایان ہے، قرآن میں ہمارے غلاموں کو ہمارا بندہ فرمایا گیا:

”وَ اَنْکَحُوْا الْاَيْمٰنٰی مِنْکُمْ وَ الصّٰلِحِیْنَ مِنْ عِبَادِکُمْ وَ
اِمٰلِکُمْ“ (تم میں جو عورتیں بے شوہر ہیں ان کا نکاح کرو۔) معترض بہادر!
اب یہی الزام خدا کو دو۔ وَلَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰہِ الْعَلِیِّ الْعَظِیْمِ
اور حضور ﷺ فرماتے ہیں: ”لیس علی المسلم فی

عبده ولا فرسہ صدقة“ (مسلمان پر، اس کے بندے اور اس کے
گھوڑے پر زکوٰۃ نہیں۔) یہ حدیث صحیح بخاری، صحیح مسلم اور باقی سب
صحاح میں ہے۔ امیر المومنین عمر فاروق اعظمؓ نے مجمع صحابہ میں،
صحابہ کرامؓ کو جمع فرما کر اعلانِ برسر منبر فرمایا: ”کنست مع رسول
اللہ ﷺ و کنست عبده و عبادہ“ (میں رسول اللہ ﷺ کے ساتھ تھا،
میں حضور ﷺ کا بندہ تھا اور حضور ﷺ کا خدمت گار تھا۔) یہ حدیث وہابیہ
کے امام الطائفہ اسماعیل دہلوی کے دادا اور زعم طریقہ میں پر دادا جناب
شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی نے ”ازالۃ الحففاء“ میں بحوالہ ابو
حنیفہ و کتاب ”الریاض النضرۃ“ لکھی اور اس سے سند لی اور مقبول

زبان شناس؟ مترجم

پر نظر رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

یعنی جن دوزبانوں کے مابین ترجمہ ہو رہا ہے ان کے مفردات، مرکبات، جملوں کی ساخت کے فرق پر بہت گہری نظر ہونا ضروری ہے، یہ نظر جتنی باریک ہوگی ترجمہ اتنا ہی اچھا ہوگا حتیٰ کہ بعض وقت ترجمہ اصل کتاب سے زیادہ مؤثر ہو جاتا ہے اگرچہ ایسا شرف دنیا کے چند ترجموں کو نصیب ہوا ہے کہ اصل کتاب کو لوگ ترجمہ کے مقابلہ میں بھول گئے جیسا کہ ”بیچ تنز“ کا ترجمہ کہ فارسی سے ہوتا ہوا عربی میں پہنچا تھا عربی میں ہارون رشید کے زمانے میں عبداللہ بن المقتض بلخ عرب کے قلم نے اس کے ترجمہ کو ایسا غلو و بخشا کہ ان کا ترجمہ اصل کتاب سے زیادہ مشہور ہوا اور پوری دنیا میں پھر بلخ عرب کے ترجمہ سے ہی ”بیچ تنز“ کا ترجمہ ہوا۔

ترجمے علمی ادبی دونوں طرح کے ہوتے ہیں، اسی طرح دینی کتابوں خاص کر کتاب و سنت کے ترجمہ کی بھی ضرورت پیش آتی ہے۔ قرآن پاک اور حدیث پاک کا ترجمہ صرف عبارت کے اعتبار سے ہی سخت نہیں ہے بلکہ شرعی اعتبار سے بھی بہت مشکل ہے کیوں کہ اس میں یہ ڈر رہتا ہے کہ کہیں اصل معنی کی تحریف نہ ہو جائے کہ پھر سارا کیا دھرا اکارت ہو جاتا ہے اور انسان سخت گنہگار ہوتا ہے۔

ہم نے کتاب و سنت کے بہت سے تراجم دیکھے ہیں مگر امام احمد رضا خاں بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے قلم سے نکلے ہوئے ترجموں کا الگ انداز ہے، جن میں اصل سے مطابقت اتنے اعلیٰ درجہ میں پائی جاتی ہے کہ اس سے آگے نہایت مشکل معلوم ہوتی ہے، جس کی کچھ تفصیل ہم ان شاء اللہ تعالیٰ آگے صفحات میں کرنے جا رہے ہیں۔

امام احمد رضا نے اکثر ترجمے عربی سے اردو میں کیے ہیں اور اردو سے عربی میں بھی اور کچھ فارسی کے مابین بھی کیے ہیں۔ یہاں ہم یہ بتادیں کہ امام احمد رضا جس تاریخ میں ترجمہ کر رہے تھے اس وقت

انسان کو اللہ تعالیٰ نے مختلف زبانوں کو ادا کرنے کا سلیقہ اور شعور عطا فرمایا ہے۔ زبانوں کا ارتقاء اور تخیل کی صفائی کے حصول کا کیا طریقہ رہا ہے یہ الگ بحث ہے جس کا تعلق دوسرے علوم سے ہے خاص کر علم بشریات سے اور علم تاریخ ارتقاء سے تاہم یہ صاف ظاہر ہے کہ ایک زبان کے مفہوم کو دوسری زبان میں منتقل کرنے کی ضرورت کافی قدیم زمانے سے مہسوس ہوتی رہی ہے اور تہذیب کے دور میں ملکی، دینی، سیاسی، ادبی ضرورتوں کے تحت ترجمہ کی حاجت قائم ہوتی ہے اور کافی زمانے سے اس کے ماہرین پیدا ہوتے رہے ہیں۔

ہر زبان کا اپنا ایک انداز ہوتا ہے۔ جملہ کی ساخت میں جس میں تقدیم اور تاخیر سے کئی ایک طرح کے مفہوم لئے جاتے ہیں۔ مثلاً آپ اردو میں دیکھیں:

کام تمام کر دیا..... اکثر ختم کرنے اور ہلاک کرنے کے معنی میں تمام کام کر دیا..... زیادہ کرنے پر تعریف کے موقع پر میرے اوپر آنکھیں نکالیں..... غصہ کرنے کے لئے، غیر محدود کر کے آنکھیں میرے اوپر نکالیں..... غصہ کرنے کے لئے، محدود کرنے کے لئے، یعنی صرف میرے اوپر ناراض ہوا دوسروں پر نہیں

اسی طرح ہر زبان میں ساخت کا مفہوم پر خاص اثر ہوتا ہے دوسری بات یہ ہے کہ ایک زبان کے مقابلہ میں دوسری زبان کا لفظ رکھتے وقت بھی بہت سی باریکیاں نظر میں ضروری ہوتی ہیں مثلاً: ڈرنا، گھبرانا، لرزہ بر اندام ہونا، دل ٹھکانے نہ رہا، ہاتھ پیر پھول گئے، دھک دھک ہوگئی، خون سوکھ گیا۔ یہ سارے الفاظ تقریباً خوف کے کھانے اور خوف کے مختلف مراحل کے لیے استعمال ہوتے ہیں اسی طرح عربی میں: ذُجِرَ، عَصَفَ، دَجَسَ، اَرْتَعَدَتْ، فَرَأَصَهُ، فَرَجَ، اَفْشَعَرَ، جَلَدَ، اَرْتَعَدَ، فَرَقَا، فَرَقَ وغیرہ الفاظ خوف کی مختلف حالتوں پر دلالت کرتے ہیں اسی لیے دونوں زبانوں کے مرکبات اور مفردات کے فرق

زبان میں تھی۔

بیسویں صدی کے آغاز میں آخر کار منظمی نثر متروک ہوتی چلی گئی اور صاف نثر لکھی جانے لگی اور اسی کو مقبولیت حاصل ہوئی وہ اس کی صاف ہے کہ ملکی اخبار اور سیاسی حالات علمی ترجمہ اسی کے ہی متقاضی تھے۔ اس دور میں راشد الخیری، خواجہ حسن نظامی، پریم چند، نیاز فتح پوری سجاد حیدر، لطیف احمد، قاضی عبدالغفار وغیرہ نثر نویس مشہور ہوئے ہیں۔

اس کی روشنی میں ہم یہ سمجھ سکتے ہیں کہ امام احمد رضا کو دوسرا دور مکمل اور تیسرے دور کا ابتدائی اکثر حصہ دیکھنے کو ملا۔ اس زمانے میں اخبار و صحافت کی ہی زبان زیادہ صاف تھی۔ باقی زبان اتنی صاف نہیں تھی جس کا فرق ہم سرسید کے مضامین ”تہذیب الاخلاق“ اور ان کی دوسری تصنیف ”آثار الصنادید“ میں دیکھ سکتے ہیں اور اس دور کے ترجمہ کی زبان میں نقل لفظ کو ہی ترجیح دی جاتی تھی۔ امام احمد رضا کا خانوادہ ایک علمی خانوادہ تھا اور اردو کے ابتدائی دور کے آخر میں یعنی انیسویں صدی کے نصف اول میں ان کے والد صاحب کی چند تصانیف ہیں جن کو دیکھ کر محسوس ہوتا ہے کہ حضرت مولانا تقی علی خاں نے سرسید اور حالی سے پہلے ہی نہایت سلیس نثر کو اختیار کر لیا تھا۔ اس کا اثر امام احمد رضا کی نثر پر آنا لازم تھا کیوں کہ آپ کی تعلیم اکثر آپ کے والد ماجد حضرت مولانا تقی علی خاں صاحب سے ہوئی تھی۔

مگر امام احمد رضا کی نثر میں ایک عجیب طرح کی لذت ہوتی ہے جو دوسروں کے یہاں نہیں ملتی ہے۔ وہ نثر نہایت صاف اور غموض سے پاک ہوتی ہے۔ فارسی کے الفاظ کو آپ اس انداز سے پیوستہ کرتے ہیں کہ وہ اردو کے ہی معلوم ہوتے ہیں۔ تقدیم و تاخیر نہایت واضح انداز سے ہوتی ہے کہ جملہ کو دوسری ترکیب میں بدلا ہی نہیں جاسکتا۔ قافیہ اور بچ والی بھی ہوتی ہے مگر وہ طبعی اور فطری ہوتی ہے کہ اس کی جگہ دوسرا لفظ موزوں نہیں ہو سکتا۔ آپ کی نثر میں علم و ادب ایک ساتھ چلتے ہیں۔ قافیہ اور بچ واضح ترکیب بن جاتے ہیں اور سلاست، وضاحت، اختصار، عظمت، شکوہ اور تقاسب اعلیٰ سطح پر موجود ہوتا ہے۔ بات یہاں پر خاص یہ ہے کہ آپ نے تمام خصوصیات کو نثر میں، غلطی میں، ترجمہ میں غرض ہر تحریر میں محفوظ اور باقی رکھا ہے۔ غرض کہ آپ کی

اردو نثر کی کیا حالت تھی اور اس وقت ترجموں میں کس انداز کی زبان استعمال کی جاتی تھی جس سے ظاہر ہوگا کہ امام احمد رضا کے ترجمہ کی زبان کتنی شستہ ترقی کردہ اور مستقبل کے قریب تر زبان تھی۔ ترجمہ کی زبان جو امام احمد رضا نے استعمال کی ہے اس زبان کا تقابل اور موازنہ اس دور کی عام نثر سے کرتے ہیں تو یہ ترجمہ کی زبان ہوتے ہوئے بھی نہایت ترقی کردہ معلوم ہوتی ہے۔

امام احمد رضا کا دور: امام احمد رضا کی پیدائش ۱۳ جون ۱۸۵۶ء کو ہوئی اور ۱۸۷۰ء کو آپ نے تعلیم سے فراغت حاصل کی لہذا امام احمد رضا کی تحریروں کا زمانہ ۱۳ شعبان ۱۲۸۶ھ یعنی ۱۸۷۰ء سے شروع ہوتا ہے۔ آپ نے ۱۳۳۰ھ/۱۹۱۱ء میں قرآن پاک کا ترجمہ فرمایا جو ”کنز الایمان“ کے نام سے مشہور ہوا..... تو اس دور میں اردو نثر کی حالت پر ایک اجمالی نظر ڈالتے ہیں۔

اردو نثر کی ابتدا چودھویں بیسویں صدی سے ہوتی ہے اور یہ دور اٹھارہویں صدی تک دراز ہے۔ اس دور میں اردو نثر میں فارسی دکنی زبان کا عنصر غالب رہا ہے اس دور کے آخر میں انیسویں صدی کی ابتدا میں نثر میں اصلاح شروع ہوئی اور اس اصلاح کی ضرورت سب سے پہلے انگریزوں کو ہوئی تاکہ عام زبان حاصل کر کے سیدھی سادی زبان میں بات کر سکیں اور اسی لیے کلکتہ کے فورٹ ولیم کالج میں اس سادہ نثر کا اہتمام کیا گیا۔ اس دور کے آخر میں زبان کے دو انداز شروع ہو گئے تھے۔ ۱: مسکع اور منظمی عبارت ۲: آزاد اور سادہ تحریریں

مگر آزاد اور سادہ تحریریں بھی ابھی اپنی ساخت میں ابتدائی مراحل میں تھیں۔ انیسویں صدی کے نصف آخر میں جدید نثر کا دور شروع ہوا اور یہ اردو نثر کا دور تھا، اس میں بھی ایک طرف فارسی آمیزش والا اسلوب زیادہ پسند تھا جس کی مثال ”نساء عجائب“ نام کی کتاب ہے۔ دوسری طرف آزاد اور نہایت صاف زبان لکھنے کی طرف ایک جماعت نے توجہ کی اس میں سرسید، شبلی نعمانی، ذکاء اللہ، مولوی چراغ علی، نواب محسن الملک، نذیر احمد کی تحریر صاف اور ترقی کردہ سمجھی جاتی ہے اور جدید نثر کا ان لوگوں کو معیار تصور کیا جاتا ہے، اس دور کے آخر میں مولانا عبدالحلیم شرر اور چند رتن ناتھ سرشار کی تحریر نہایت عام اور سلیس

شاعری میں بھی یہی طرز اور سلاست برقرار ہے کہ وہ شعر بھی ہے اور فطری ترکیب پر بھی اس کو نثر کرتے وقت بھی وہی شعری ہیئت برقرار رہے گی۔ شعر میں میں نے یہ انداز صرف ابراہیم خاں ذوق کے یہاں سب سے زیادہ پایا کہ ان کے شعری نثری تحلیل شعری ہیئت کو چھوڑتی نہیں، یہ شاعری اور زبان پر عظیم قدرت کی علامت ہے۔ ذوق کے اس شعر کو دیکھئے۔

اچاٹے سے فلک کے ہم تو کب کے
کل جاتے مگر رستہ نہ پایا
اس شعری نثری تحلیل بھی اس کے علاوہ نہ ہوگی..... اور امام احمد رضا کا یہ شعر۔

واہ کیا جود و کرم ہے شہ بطحا تیرا
نہیں سنتا ہی نہیں مانگنے والا تیرا
آپ اس کی نثر اس سے بہتر نہیں لاسکتے۔

بہر حال امام احمد رضا نے زبان کی آبرو ہر جگہ باقی و برقرار رکھی۔ آپ کثیر المطالعہ اور وسیع النظر عالم تھے اس لیے زبان کے تعلق سے ہر پہلو پر آپ کی نظر رہتی تھی اور علوم کی باریکیوں پر آپ کی نہایت اعلیٰ توجہ رہتی تھی۔ جس کا اندازہ ہم کو آپ کی تحریروں اور ترجموں سے ہوتا ہے۔ لہذا ہم آپ کو ایک ”زبان شناس مترجم“ کہہ سکتے ہیں۔

ترجمہ کی خصوصیت: ترجمہ میں اصلی زبان سے مطابقت اور مفہوم کی مکمل ادائیگی اور دونوں زبانوں کی مستعمل ہیئت ہی ترجمہ کو حسن اور عظمت بخشتی ہے۔ قرآن و سنت کے ترجموں میں شریعت کے تقاضوں، عقائد کے اصول، اسلام کے محکم فیصلوں کی مطابقت اور قائل کی عظمت و عزت اور مرتبہ تقدس کا لحاظ بھی ضروری ہو جاتا ہے۔ امام احمد رضا نے قرآن و سنت کے ترجموں میں اس شرائط و قواعد کا ایسا لحاظ رکھا ہے کہ آپ اس میں منفرد ہیں۔ آپ کے ترجمہ قرآن پاک کے جائزے سے قبل ہم آپ کے سامنے دوسری عبارتوں کے ترجمہ کی چند مثالیں دکھنا چاہتے ہیں۔ رسالہ ”ختم النبوة“ میں آپ نے متعدد احادیث و اقوال ائمہ کا ترجمہ فرمایا ہے۔ صفحہ نمبر ۱۴ پر ایک حدیث پاک کا ترجمہ ہم نقل کرتے ہیں یہ ایک طویل حدیث شریف کا خاص حصہ ہے جس

میں قیامت کے اندر شفاعت کی طلب کا ذکر ہے کہ لوگ حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے پاس آئیں گے تو آپ ان سے کہیں گے: ”فیاتون عیسیٰ فیقولون اشفع لنا الی ربک فلیقص بیننا فیقول انی لست ہناکم انی اُتجدت الہامن دون اللہ و انہ لا یہمنی الیوم الی نفسی ولكن ان کل متاع فی و عاء محتوم علیہ اکان یقدر علی ما فی خوفہ حتی یغض الخاتم فیقولون لا فیقول ان محمداً صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فیاتونی فأقول انالہا فاذا اراد اللہ ان یصدع بین خلقہ نادی مناداً بین احمدا و امتہ فتمنح الاعرون الاولون نحن اخر الامم والاول من یحاسب فتنصرج لنا الامم عن طریقنا الحدیث ہذا مختصر“ {جب لوگ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کے حضور سے مایوس ہو کر پھریں گے تو سیدنا عیسیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام کے پاس حاضر ہو کر شفاعت چاہیں گے۔ مسیح فرمائیں گے میں اس منصب کا نہیں مجھے لوگوں نے اللہ کے سوا خدا بنایا تھا مجھے آج اپنی ہی فکر ہے مگر ہے یہ کہ جو چیز کسی سر بہ مہر برتن میں رکھی ہو کیا بے مہر اٹھائے اسے پاسکتے ہیں لوگ کہیں گے نہ۔ فرمائیں گے تو محمد ﷺ خاتم النبیین ہیں اور یہاں تشریف فرما ہیں لوگ میرے حضور حاضر ہو کر شفاعت چاہیں گے میں فرماؤں گا میں ہوں شفاعت کے لیے پھر جب اللہ ﷻ اپنی مخلوق میں فیصلہ کرنا چاہے گا ایک منادی پکارے گا کہاں ہیں احمد ﷺ اور ان کی امت تو ہمیں بچھلے ہیں اور ہمیں اگلے سب امتوں سے پیچھے آئے اور سب سے پہلے ہمارا حساب ہوگا اور سب عرصات محشر میں ہمارے لیے راستہ دیں گی} اس عبارت میں خط کشیدہ الفاظ اور ان کے ترجمہ پر خاص غور کیجیے پھر پوری عبارت کو دیکھیے کہ ترجمہ میں ہر لفظ کے مقابلہ میں لفظ ہے۔ مفردات کے لیے اردو میں مستعمل کلمات لائے گئے ہیں اور ترکیب میں کوئی جھول اور اوچھاپن نہیں ہے۔ یہ عبارت ترجمہ اگر نہ ہوتی تو بھی مکمل ادائیگی کرتی معنی کی۔ ترجمہ میں ایسی مطابقت ہے کہ بے کم و کاست اصل زبان کے الفاظ کا ترجمہ بھی ہو گیا، خود اردو زبان کے اسلوب کے اعتبار سے بھی سلاست، روانی، وضاحت، اختصار، جامعیت، درستی مطالب پوری آب و تاب کے ساتھ جلوہ گلن ہے۔

- ۵: معتبر تھائیر کے عربی ترجمہ کا اردو میں نقل
۶: اسلامی عقائد و سیرت اور مسلمات کی رعایت
۷: قرآن کی محکم آیات کی تعلیم کا لحاظ
۸: اللہ تعالیٰ، انبیاء کرام، اولیاء کرام، صالحین کے مرتبہ کے مطابق
کلمات کا انتخاب
۹: اسی مختصر عبارت اور ترجمہ میں ذہن میں گردش کرنے والے سوالات
کا جواب جو اس کے اسلوب سے ہی معلوم ہو جاتا ہے۔
۱۰: راجح تفسیر اور مقبول تفسیر کا ترجمہ میں لحاظ

اب ہم چند مثالیں پیش کرتے ہیں، آپ کے ترجمہ قرآن
پاک سے مندرجہ بالا خوبیوں کا آپ اندازا کر سکتے ہیں۔ ان مثالوں
میں ان مواقع کو چھوڑ دیا گیا ہے جن کو بار بار ہمارے سابقین لکھ چکے ہیں
لہذا ان مثالوں کے ساتھ ان کو بھی شامل سمجھنا چاہئے۔

صَوَاطِئِ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ (راستہ ان کا جن پر تو نے احسان کیا)
آپ نے ”أَنْعَمْتَ“ کا ترجمہ احسان سے کیا ہے اردو
میں انعام کیے پر حق بنتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ پر کسی کا کوئی حق بغیر اس کی
رحمت کے نہیں، اس کا جو کچھ انسان پر عطیہ ہے وہ کسی عمل کے حق پر نہیں
لہذا احسان ہی ہے اس کی ہر رحمت۔ یوں تو اکثر محققین نے فرمایا ہے
مگر امام احمد رضا نے اپنے اس ترجمہ میں متقدمین مفسرین کی رائے کو
ترجیح دی ہے چنانچہ علامہ بغوی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی تفسیر ”معالم
التنزیل“ میں ”أَنْعَمْتَ“ کے ترجمہ میں ارشاد فرمایا ہے: ”أَنْعَمْتَ
عَلَيْهِمْ (أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ بِالْهُدَايَةِ وَالْوَفَاقِ) عربی میں
”منة“ اردو میں اس کو احسان ہی کہا جاتا ہے۔

وَإِنْ كُنْتُمْ فِي رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلَىٰ عَبْدِنَا فَأْتُوا
بِسُورَةٍ مِّنْ مِّثْلِهِ وَادْعُوا شُهَدَاءَكُمْ مِّنْ دُونِ اللَّهِ (البقرہ: ۲۳)
{اور اگر تمہیں کچھ شک ہو اس میں جو ہم نے اپنے اس خاص بندے پر
اتارا تو اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ اور اللہ کے سوا اپنے سب
حمایتیوں کو بلاؤ۔}

مفسرین نے فرمایا ہے کہ یہاں پر ”عبدنا“ میں اضافت
تشریف یعنی قربت اور عزت بڑھانے پر دلالت کرنے کے لیے ہے

اسی طرح اس کتاب کے صفحہ نمبر ۵۸ پر دارقطنی کی ایک روایت درج
ہے جس کا ترجمہ بھی آپ ہی نے فرمایا ہے: ”قَالَ قُلْتُ لِعُمَرَ بْنِ عَلِيٍّ
بْنِ الْحُسَيْنِ بْنِ عَلِيٍّ رَضِيَ اللَّهُ تَعَالَى عَنْهُمْ أَفِيَكُمُ إِمَامٌ تَفْتَرِضُ
طَاعَتَهُ تَعْرِفُونَ ذَلِكَ لَهُ مِنْ لَمْ يَعْرِفْ ذَلِكَ لَهُ فَعَمَات مَات مَيِّتَةً
جَاهِلِيَّةً فَقَالَ لَا وَاللَّهِ مَا ذَلِكَ فَيُنَامَن قَالَ هَذَا فَهُوَ كَاذِبٌ فَقُلْتُ
أَنَّهُمْ يَقُولُونَ أَنَّ هَذِهِ الْمُتَرَلَّةُ كَانَتْ لِعَلِيٍّ ثُمَّ لِلْحُسَيْنِ ثُمَّ
لِلْحُسَيْنِ قَالَ قَاتِلَهُمُ اللَّهُ وَيَلَهُمْ مَا هَذَا مِنَ الدِّينِ وَاللَّهُ مَا هُوَ لَاءِ
الْإِمْتَاءِ كَلَيْسَ بِنَاهَذَا مَحْتَصَرٌ“ (میں نے امام زین العابدین کے
صاحب زادے امام باقر کے بھائی امام عمر بن علی سے پوچھا: آپ
میں کوئی ایسا امام ہے جس کی طاعت فرض ہو آپ اس کا یہ حق پہچانتے
ہیں، جو اسے بے پہچانے مر جائے جاہلیت کی موت مرے، فرمایا:
خدا کی قسم ہم میں کوئی ایسا نہیں، جو ایسا کہے جھوٹا ہے، میں نے کہا:
رافضی تو کہتے ہیں یہ مرتبہ مولیٰ علی کا تھا پھر امام حسن پھر امام حسین کو ملا،
فرمایا: اللہ رافضیوں کو قتل کرے خرابی ہو ان کے لیے یہ کیا دین ہے
خدا کی قسم یہ لوگ نہیں مگر ہمارا نام لے کر دنیا کمانے والے، والعیاذ باللہ
دیکھیے ہم نے جو خوبیاں ترجمے کی ذکر کی تھیں وہ یہاں پر

کھل صورت میں موجود ہیں۔ اس کتاب میں اور ”الامن و العلی“
وغیرہ میں آپ نے کافی ترجمے کیے ہیں جو انشا اور ترجمہ کے بہترین
نمونے ہیں کاش کوئی ان کو جمع کر کے کتاب تیار کر دے۔

ترجمہ قرآن پاک: آپ نے ترجمہ قرآن پاک میں تو اپنی قابلیت
کا کمال ہی دکھایا ہے۔ یہ بات یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن پاک کے ترجمہ
کو شرعاً تفسیر کے درجہ میں ہی رکھا جاتا ہے۔ کیوں کہ وحی کا بدل اور
خوبیاں دوسری زبان میں منتقل نہیں کیا جاسکتا ہے۔ مگر پھر بھی ترجمہ
کا کمال یہ ہے کہ اس میں اصل سے مکمل مطابقت پیدا ہو جائے۔

امام احمد رضا کے ترجمہ کی خوبیاں:

- ۱: اصل عبارت سے مکمل مطابقت
- ۲: ہر لفظ کے مکمل مترادف کا وجود
- ۳: اردو زبان کا ترقی کردہ اور مستعمل اسلوب
- ۴: بلاغت اور بیان اور صرف و نحو کے مسائل کے مطابق معنی کا انتخاب

اور امر کا صیغہ ”فأتوا“ مخاطب کا محذور ہے پس ہونے کے بیان کے لیے ہے ان دونوں باتوں کی طرف امام احمد رضا نے کیسا لطیف اشارہ فرمایا کہ عربی سے ناواقف اور بلاغت کے قواعد کے ناخواندہ شخص بھی اس راز کو پا لے۔ ”خاص بندے“ ترجمہ کر کے اور۔ اس جیسی ایک سورت تو لے آؤ۔ اس خاص اسلوب کے ذریعہ اگر اس میں لفظ ”تو“ نہ ہوتا تو یہ خوبی ظاہر نہ ہوتی۔

قَالُوا اتَّجَعَلَ فِيهَا مَنْ يُفْسِدُ فِيهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاءَ [البقرہ: ۳۰]
{ بولے کیا ایسے کو نائب کرے گا جو اس میں فساد پھیلائے اور خون ریزیاں کرے۔ }

یہاں پر ”دم“ خون کی جمع ”دماء“ کا لفظ لایا گیا ہے ظاہر میں اس کا ترجمہ ہوتا ہے جو خونوں کو بہائے یعنی خون کو اور جمع خونوں مگر یہ جمع شاید ذوق پر گراں گزرے اس لیے امام احمد رضا رحمہ اللہ فعل ”يُسْفِكُ“ اور مفعول ”دماء“ کا ترجمہ تو کیا ہی ساتھ میں اس کے جمع ہونے کا بھی لحاظ کیا اور گراں لفظ سے بھی گریز کر لیا اور فرمایا خون ریزیاں کرے فعل کا ترجمہ بھی ہو گیا اور خوب صورتی کے ساتھ مفعول کے جمع ہونے کا بھی ذکر ہو گیا۔

ہم نے بتایا کہ امام احمد رضا اردو ترجمہ میں تفسیر کی ان جہتوں کا انتخاب کرتے ہیں جو عام مسلمان کو کسی الجھن میں نہ ڈالے اور ساتھ ساتھ وہ کسی عظیم مفسر کی رائے بھی ہو۔ اس مبارک آیت ”إِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِينًا لِّيُخْفِرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقْلُدُ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأْخُذُ“ [التغ: ۲۵] { بے شک ہم نے تمہارے لیے روشن فتح فرمادی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے گناہ بخشنے تمہارے انگلوں کے اور تمہارے پچھلوں کے۔ }

یہاں پر اکثر مترجمین نے لفظی ترجمہ کر کے اردو زبان کا لفظ گناہ کی نسبت سرکارِ دو عالم ﷺ کی طرف کر دی عربی میں ”ذَنْبُ“ کے مراتب ہیں جو منسوب الیہ کے اعتبار سے مراد لیے جاتے ہیں مگر اردو میں گناہ کو مذموم شمار کیا جاتا ہے۔ دوسرے عربی میں مضاف اور مضاف الیہ کے درمیان کے مضاف کو اکثر حذف کر دیا جاتا ہے جو یہاں ہر ایک تاویل کے طور پر ہو سکتا ہے۔ اس لیے امام احمد رضا نے یہاں پر ایسا

ترجمہ فرمایا جس سے آیت کے معنی کے ساتھ اصل مراد واضح ہو گئی کیونکہ آیت فتح مکہ کی بشارت تھی اس بشارت میں سرکارِ دو عالم ﷺ کے گناہ کا رہونے کا اعلان کیسے ممکن تھا وہاں پر تو آپ کے صدقہ میں آنے والی برکتوں کے ذکر کا موقع تھا۔ ”معالم التنزیل“ میں علامہ بغوی یہ فرماتے ہیں کہ یہاں پر انگلوں پچھلوں کے گناہوں کی مغفرت آپ کی برکت سے ہوگی یہ مراد ہے، عبارت یہ ہے: ”وقال عطاء الخراسانی:

ما تقدم من ذنبك یعنی ذنب ابویك آدم و حواء ببرکتك وما تأخر ذنوب امتك بدعوتك“ ترجمہ: ”مَا تَقْدَمُ مِنْ ذَنْبِكَ..... الخ یعنی اس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا مرتبہ بڑا ہے آپ کی برکت سے آپ کے والدین اولین آدم و حوا کا کیا معاف کر دیا گیا اور آپ کی دعوت کی برکت سے آپ کی امت کے گناہ معاف کر دیے گئے۔“ (تفسیر بغوی، ج ۳، ص ۲۳۳)

وَهُوَ الَّذِي يَنْذِرُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِينُهُ وَهُوَ أَهْوَنُ عَلَيْهِ [الروم: ۲۵]
{ اور وہی ہے کہ اول بتاتا ہے پھر اسے دوبارہ بنائے گا اور یہ تمہاری سمجھ میں اس پر زیادہ آسان ہونا چاہیے۔ }

اس تفصیل کے صیغہ میں دو چیزوں کے درمیان فرق بتایا جاتا ہے اور اصل وصف میں دونوں کو مشترک مانا جاتا ہے جیسے زید افضل من عمرو یعنی زید اور عمر و فضیلت میں دونوں مشترک ہیں مگر زید زیادہ فضیلت والا ہے بہ نسبت عمرو کے۔ یہاں اگر ہم ظاہری عبارت کو دیکھیں تو معلوم ہوتا ہے کہ آخرت اور دنیا کے پیدا کرنے پر باری تعالیٰ قادر ہے، مگر پیدا کرنے سے لوٹنا آسان ہے جس کا مفہوم یہ ہوگا کہ پہلے پیدا کرنا دوبارہ پیدا کرنے سے مشکل تھا یعنی دنیا بنانا مشکل تھا اور لوٹنا آسان ہے ظاہر ہے کہ اس وقت واجب تعالیٰ کے حق میں آسان اور مشکل کا اطلاق اس کی قدرت تامہ کاملہ کے خلاف ہے۔ اس پر دنیا بنانا اور لوٹنا دونوں ممکن واقع ہیں نہ کہ مشکل۔ تو بات یہ ہے کہ اس میں آسان اور مشکل کا تعلق اس کی قدرت سے نہیں بلکہ مخاطب کی فہم سے ہے یعنی تمہارے لئے سمجھنا آسان ہے کہ جب اس نے دنیا بنادی تو دوبارہ بھی بنا سکتا ہے قیامت قائم کر کے۔ اس باریک بات کی طرف امام احمد رضا نے ترجمہ میں اشارہ کر دیا اور آیت کی مراد قاری پر

کھل واضح ہوگئی اور مخاطب کے ذہن میں کوئی بھی تردد باقی نہ رہا۔

آپ نے دیکھا ان چند مثالوں کو، ان سے یقین ہوتا چاہیے کہ امام احمد رضا نے اپنے ترجمہ میں قدیم مفسرین کی آراء، حدیث و کتاب اللہ کے ارشادات کا مکمل لحاظ اور زبان و بیان و بلاغت و فصاحت کا ہر اعتبار سے التزام کیا ہے۔ اور قرآن پاک کے مفہوم و مراد کی طرف بالکل سیدھا سچا راستہ دکھایا ہے اور حق یہ ہے کہ اعلیٰ علم کے لئے بھی اور عام لوگوں کے لئے بھی کنز الایمان سے بہتر ترجمہ موجود نہیں۔ اب ایک مثال ملاحظہ فرمائیں: ”قَالَ اَزَيْتٌ اِذَا اَوْنَسَ اِلَى الصُّخْرَةِ“ (تہذیب ۳۳) {ہولا بھلا دیکھئے تو جب ہم نے اس چٹان کے پاس جگہ لی تھی۔} علماء بلاغت نے فرمایا ہے کہ: ”أَرَأَيْتَ - السُّرُوبَةُ هُنَا مُسْتَعَارَةٌ لِّلْمَعْرِفَةِ النَّامَةِ وَالْمَشَاهِدَةِ الْكَامِلَةِ وَهِيَ اسْتِعَارَةٌ تَصْرِیحِيَّةٌ تَبْعِيَّةٌ لَا نَهَا أَحْرَيْتَ فِي الْفِعْلِ وَقَدْ حُذِفَ الْمَشْبِهُ وَأَقِيمَ الْمَشْبِهُ بِهِ مَقَامَهُ وَالَا مُسْتَفْهَامُ فِي أَرَأَيْتَ لِّلنَّعْبِ۔“ {عرب قرآن اللہ روایت ۳۰/۳۱ ص ۷۷} {روایت سے مراد یہاں پر مکمل معرفت اور اعلیٰ درجہ کا مشاہدہ ہے اور از روے بلاغت یہ استعارہ تصریحیہ جمعیہ ہے کہ فعل میں مستعمل ہے تو مشبہ کو حذف کیا گیا ہے اور مشبہ قائم مقام ہے اور مذکور ہے اور استفہام تعجب کے لئے ہے۔} اب پلٹ کر امام احمد رضا کے ترجمہ کو دیکھیے، تعجب اور مشاہدہ کی طرف کیسا لطیف اسلوب اختیار کیا ہے۔ بھلا دیکھئے تو، لفظ ”بھلا“ دیکھئے۔ تو ”ان تینوں کلموں کے اتصال نے مکمل بلاغت اردو میں اتار دی اسے کہتے ہیں زبان شناسی۔ تو ہم پھر یہ کہیں گے کنز الایمان جیسا ترجمہ اب موجود نہیں۔ ہاں ان لوگوں کو ضرور یہ ترجمہ گراں گزرے گا جنہوں نے انبیاء کرام اولیائے عظام اور صحابہ کرام کی عظمتوں کو تار تار کرنے کی قسم کھا رکھی ہے اور جنہوں نے اپنی خواہش سے دین بنایا ہے جو اپنی عقل کی کج رویوں سے بٹنے کا سوچتے ہی نہیں۔ جنہوں نے بزرگوں کی تعلیم و تفسیر و تحقیق کو رد کرنے کا شیوہ بنالیا ہے۔ وَمَنْ يَضِلُّ اللّٰهُ فَمَا لَهُ مِنْ هَادٍ خدائے تعالیٰ جس کے نصیب میں گمراہی کر دے تو اسے کون راستہ دکھائے۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعَالَمِينَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰی آلِ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَاصْحَابِهِ اَجْمَعِينَ۔ آمین

.....☆ بقیہ..... حضور تاج الشریعہ کا دورہ ☆.....

اس موقع پر حضور تاج الشریعہ کا شاندار استقبال کیا گیا۔ ملاقات میں علمی موضوعات زیر بحث آئے۔ یہاں بھی علمائے مصر و ہند کے درمیان مضبوط روابط پر زور دیا گیا۔ الشیخ احمد طیب نے اس بات پر بھی اظہار مسرت فرمایا کہ جامع از ہر میں حضور تاج الشریعہ کے مریدین، معتقدین و تلامذہ تقریباً 90 کے قریب ہیں آخر میں شیخ احمد طیب نے حضور تاج الشریعہ کی علمی اور دینی خدمات کے اعتراف میں جامعہ از ہر کا خصوصی ایوارڈ ”الدر الفخری“ (Pride of performance) دیا۔ یہ ایوارڈ کبار علمی شخصیات کو دیا جاتا ہے۔

بعد نماز عصر حضور تاج الشریعہ کی قیام گاہ پر درس حدیث کا اہتمام تھا۔ آپ نے عراق، لیبیا، سوڈان، الجزائر، یمن، ہندوستان، پاکستان، بنگلہ دیش اور سری لنکا وغیرہ کے طلباء نے کثیر تعداد میں شرکت کی حضور تاج الشریعہ نے تقریباً 1 گھنٹہ مسلم شریف کا درس ارشاد فرمایا۔ رات میں حضور تاج الشریعہ دکتور محمد خالد ثابت (آپ کا قاہرہ میں بہت بڑا مکتبہ ہے) کے یہاں دعوت پر تشریف لے گئے۔ یہاں کثیر علمائے کرام خصوصاً شیخ یسری رشدی (مدرس بخاری شریف، جامعہ از ہر) اور شیخ احمد شحاتہ بھی موجود تھے۔ محفل میں حضور تاج الشریعہ نے اپنی عربی قصیدہ بھی سنایا۔ آخر میں شیخ یسری نے کئی سوالات کئے، جن کے حضور نے مدلل و مبرہن جوابات عربی میں عنایت فرمائے۔ حضور تاج الشریعہ کے علمی مقام اور تقویٰ سے متاثر ہو کر شیخ یسری اور دیگر علماء نے آپ کے دست حق پرست پر بیعت کی۔ اس موقع پر حضور تاج الشریعہ نے علماء کو اجازت حدیث اور اجازت سلاسل بھی عطا فرمائیں۔

بدھ 6 مئی 2009ء..... حضور تاج الشریعہ نے قاہرہ میں مزارات اولیائے کرام کی زیارت فرمائی۔ مسجد سیدنا امام حسین علیہ السلام میں آپ نے نماز ظہر اور مسجد سیدتنا زینب رضی اللہ تعالیٰ عنہا میں نماز عصر کی امامت فرمائی۔ بعض دیگر جید علماء نے بھی بذریعہ فون اجازت حاصل کیں۔

6 مئی کو ہی حضور تاج الشریعہ مصر سے واپس بریلی شریف تشریف لے گئے۔ انشاء اللہ! حضور تاج الشریعہ کا یہ دورہ علماء عرب اور علمائے ہندوستان کے درمیان مضبوط علمی، تحقیقی، تعلیمی اور روحانی تعلقات کے لئے سنگ میل ثابت ہوگا۔

کنز الایمان سائنسک ترجمہ قرآن

ہیں مؤرخ بھی، مفکر بھی ہیں مدبر بھی، ادیب بھی ہیں شاعر بھی، مناظر بھی ہیں مصنف بھی، سیاست داں بھی ہیں ماہر اقتصادیات بھی، معلم بھی ہیں معلم ساز بھی، عاشق مصطفیٰ بھی ہیں اور عشاق کے قافلہ سالار بھی، مجتہد بھی ہیں مجدد بھی اور مجدد کیوں آتا ہے، اس کی ذمہ داریاں کیا ہوتی ہیں؟ اس سوال کا جواب علامہ نسیم احمد صدیقی صاحب کے الفاظ میں ملاحظہ کیجئے: ”جب عقیدہ و عمل میں فساد برپا ہوتا ہے اور معاشرہ فسق و فجور میں مبتلا ہو جاتا ہے اور گمراہ گرومفسدین اپنی ریشہ دوانیوں سے اسلامی معاشرہ میں ارتداد فی الدین کی تحریک، غرسودہ تحقیق و اجتہاد کے نام چلاتے ہیں جس کے نتیجے میں کتاب و سنت پر عمل ترک ہونے لگتا ہے اور دین کی شکل مسخ ہونے لگتی ہے تو مجدد اپنے زمانے کے تقاضوں کے مطابق علوم ظاہری (عقلیہ و نظریہ)، شریعت و طریقت، اور علم لدنی سے آراستہ اور جرات و استقامت کے حسن عمل سے پیراستہ ہو کر نبی کریم ﷺ کا مظہر ہو کر نیابت کا حق ادا کرتا ہے، دین کے چہرے پر پڑی گرد و غبار کو صاف کر کے اس کے چہرے کے حسن کو نکھارتا ہے، اہل ضلالت و بدعت کی بیخ کنی کرتا ہے، عقیدہ و عمل کے فساد کو دور کر کے خوش عقیدگی کو فروغ دیتا ہے، مجدد کو اپنے کار منصبی کیلئے اللہ تبارک و تعالیٰ جل شانہ کی تائید و حمایت حاصل ہوتی ہے جبکہ ہم عصر علماء، اولیاء، اقلیاء، نقباء، نجباء، صلحا و اصفیاء اور عرفاء کی معاونت و نصرت بھی حاصل ہوتی ہے۔“ (اس مضمون کا صفحہ ۹)

امام احمد رضا نے جس دور میں آنکھ کھولی سائنسی علوم کا ہر جانب چرچا تھا، سائنس کی لگام مادہ پرستوں کے ہاتھ میں تھی، نہ صرف ہند بلکہ سارے عالم میں اہل اسلام علوم و فنون سے بے تحاشہ دور ہو گئے تھے، غلامی کی ذلت کا پٹہ ان کے گلے میں تھا۔ ان حالات میں یورپ کے صنعتی انقلاب اور بے شمار نئی ایجادات نے ہلچل مچا رکھی تھی، مسلمانان عالم کے لئے بیشمار سوالات پیدا کر دیئے تھے، شاید اتنے

امام احمد رضا کی شخصیت آج کسی تعارف کی محتاج نہیں ہے۔ آج دنیا کا کونسا خطہ ہے جہاں امام احمد رضا کا تذکرہ نہیں ہوتا۔ کوئی ان کا ذکر خیر کر کے اپنی سعادت مندی کا ثبوت دیتا ہے تو کوئی ان کا ذکر مٹانے کی کوششوں کے ذریعہ اپنی شقاوتوں کا اظہار کرتا رہتا ہے لیکن امام احمد رضا کے بقول۔

بے نشانوں کا نشان مٹا نہیں

مٹتے مٹتے نام ہو ہی جائے گا

آج نام رضا کی گونج غربائے اہلسنت کی محافل سے نکل کر مشرق و مغرب کے علمی ایمانوں میں بھی سنائی دے رہی ہے۔۔۔۔۔

گونج گونج اٹھے ہیں نعمات رضا سے بوستان

بہت عرصہ تک امام احمد رضا کو ایک عالم دین اور نعت گو شاعر کی حیثیت سے ہی پہچانا جاتا رہا۔ علوم نقلیہ میں امام احمد رضا کی مہارت اور ثقاہت سے انکار تو ان کے مخالفین بھی نہ کر سکے اور علوم عقلیہ کے ارباب حل و عقد جتنا امام احمد رضا سے متعارف ہوتے جا رہے ہیں اتنا ہی ان کی بے تاج بادشاہی کے معترف ہوتے جا رہے ہیں۔

ملک سخن کی شاہی تم کو رضا مسلم

جس سمت آگئے ہو سکے بٹھا دیئے ہیں

تاریخ اسلام میں ایسے بیشمار نام محفوظ ہیں جن کے کارہائے نمایاں رہتی دنیا تک یاد رکھے جائیں گے لیکن جب ذکر امام احمد رضا کا آجائے تو تاریخ و صوفیاتی ہے کہ ان جیسا دوسرا کوئی ایک ہی اسے اپنے دامن میں مل جائے۔ کوئی کسی فن کا امام ہے تو کوئی کسی علم کا ماہر لیکن امام احمد رضا ہر علم، ہر فن کے آفتاب و ماہتاب ہیں۔۔۔۔۔

جس سمت دیکھئے وہ علاقہ رضا کا ہے

امام احمد رضا ایک بالغ نظر مفتی بھی ہیں ایک ممتاز فقیہ بھی، تفسیر و حدیث کے امام بھی ہیں، صرف و نحو کے شہنشاہ بھی، وہ محقق بھی

اسلامی کو روشن کیا جائے، دلائل سائنس کو مردود و پامال کر دیا جائے، جا بجا سائنس ہی کے اقوال سے اسلامی مسئلہ کا اثبات ہو، سائنس کا ابطال و اسکا ت ہو، یوں قائل میں آئے گی۔“ (فتاویٰ رضویہ ج ۲۷ ص ۲۲۷)

پروفیسر ڈاکٹر مجید اللہ قادری صاحب نے علوم عقلیہ سے متعلق امام احمد رضا کی ۱۰۰ سے زائد کتب کی فہرست مرتب کی ہے اور اسے ”ایک نامکمل فہرست“ قرار دیا ہے۔ فہرست میں ۴۳ عربی، ۲۶ فارسی، ۳۴ اردو کتب شامل ہیں جو تقریباً ۳۰ مختلف عقلی علوم سے متعلق ہیں۔ [قرآن سائنس، امام احمد رضا ص ۲۵]

قرآن کریم خود اپنے متعلق ارشاد فرماتا ہے: ”کیبانا لکل شئی“ اور ہمارا ایمان ہے کہ قرآن عظیم ”ہر چیز کا روشن بیان ہے۔“ یقیناً قرآن وہ جامع کتاب ہے جس میں ”ہر خشک و تر“ کا ذکر موجود ہے۔ قرآن عظیم کامل، اکمل اور مکمل دستور حیات بھی ہے، یہ کتاب ہدایت بھی ہے اور ذریعہ نجات بھی ہے۔ قرآن ہمیں صرف عقائد و نظریات ہی نہیں بتاتا، عبادات و معاملات ہی نہیں سکھاتا بلکہ جدید سائنسی نظریات اور ایجادات سے متعلق بھی کلام مجید ہمارے لئے رہبر و رہنما ہے۔ ضرورت صرف اس سمندر سے وہ ٹمبر تلاش کرنے کی ہے جس کی روشنی سائنس کی تاریکیوں کو مٹا سکے۔

یقینی اور لازمی طور پر قرآن مجید ہر علم و فن کا منبع اور سرچشمہ ہے اور ہر علم و فن کے متعلقین قرآن سے رجوع کرتے ہیں۔ جو قاری قرآن کی زبان و لغت سے واقف نہیں ہوتا وہ اپنی زبان میں قرآن مجید کا ترجمہ تلاش کرتا ہے تاکہ رب کریم کے کلام عظیم کی منشاء و مراد کو سمجھ سکے۔ یہی ضرورت قرآن عظیم کی مختلف زبانوں میں ترجمہ کئے جانے کی وجہ ہے، اب مترجم قرآن اگر کلام الہی کی مراد کو نہ پہنچ سکے تو لازمی طور پر قاری قرآن جو ترجمہ کے ذریعہ اس کی منشاء و مراد سمجھنا چاہتا ہے وہ اپنا مقصود حاصل نہیں کر سکتا اور قرآن عظیم کی منشاء و مراد کو وہی پہنچ سکتا ہے جس پر اللہ ﷻ کا کرم خاص ہو، صاحب قرآن ﷺ کا لطف و فیضان حاصل ہو۔ یہ خصوصیات اردو زبان کے مترجمین قرآن میں صرف امام احمد رضا ہی کو حاصل ہیں۔ امام احمد رضا کا ترجمہ ”کنز الایمان فی ترجمۃ القرآن“ وہ واحد ترجمہ قرآن ہے جو سائنس سے

مسائل جدیدہ سے مسلمانوں کا پورے ۱۲۰۰ رسو سال میں بھی واسطہ نہیں پڑا ہوگا جتنے مسائل کا انہیں تیرہویں اور چودھویں صدی میں سامنا کرنا پڑا، فلسفیان مغرب نے مذہب کو دقیا نو سیت قرار دے دیا ان کے عوام نے مذہب کو کلیسا کی زینت بنا دیا، انفرادی اور اجتماعی طور پر مذہب سے تعلق مطلقاً ختم کر دیا گیا، ساری دنیا خصوصاً اہل اسلام کا رشتہ مذہب سے توڑ دینے اور سائنسی نظریات اور مغربی فلسفہ آزادی کو دنیا کا واحد قانون بنانے کی کوششیں ہونے لگیں اور اس پر طرفہ یہ کہ تمامی بلاد اسلامیہ میں ایسے رہبر نما رہزن افراد تیار کئے گئے جو مسلمانوں کے دلوں سے ایمان کی جان ”محبت مصطفیٰ ﷺ“ کو کھرچ دینے کے لئے جبہ و دستار کے بہروپ میں تھے۔ انہی لوگوں کے لئے لسان القوم ڈاکٹر محمد اقبال نے کہا تھا۔

لباسِ خضر میں یاں سیکڑوں رہزن بھی پھرتے ہیں
اگر جینے کی خواہش ہے تو کچھ پہچان پیدا کر
امام احمد رضا کو بنیادی طور پر دو محاذوں پر لڑنا تھا۔ ایک طرف رہبر نما رہزنوں سے مقابلہ تھا تو دوسری جانب سائنسی خرافات، جو مسلمانوں کے ایمان کو نگھنے کیلئے منہ پھاڑے کھڑی تھیں۔ اسی لئے خالق مطلق نے امام احمد رضا کو قدیم اسلامی علوم و فنون کا تو امام بنایا ہی جدید عصری علوم کا بھی مجدد بنایا۔ ان کی کتب و فتاویٰ کا مطالعہ اگر عصبیت سے دامن چھڑا کر انصاف کے ساتھ کیا جائے تو علوم عصریہ میں بھی ہر فن کے امام نظر آتے ہیں۔ ایک تحقیق کے مطابق امام احمد رضا کے نعتیہ دیوان ”حداائق بخشش“ میں ۲۱۵ علوم سے متعلق اشعار موجود ہیں۔ (فن شامی اور حسان الہند ص ۲۸۶) جہاں دیگر علوم و فنون امام احمد رضا کی بارگاہ میں سر جھکائے کھڑے نظر آتے ہیں وہیں سائنس بھی آپ کی بارگاہ میں کنیر کی حیثیت رکھتی ہے۔

امام احمد رضا سائنس کو کس نظر سے دیکھتے ہیں، ملاحظہ کیجئے: ”سائنس یوں مسلمان نہ ہوگی کہ اسلامی مسائل کو آیات و نصوص میں تاویلات اور اذکار کر کے سائنس کے مطابق کر لیا جائے۔ یوں تو معاذ اللہ اسلام نے سائنس قبول کی نہ کہ سائنس نے اسلام، وہ مسلمان ہوگی تو یوں کہ جتنے اسلامی مسائل سے اُسے خلاف ہے سب میں مسئلہ

متعلق قرآنی اسرار کی وضاحت کرتا ہے دیگر تمام قرآنی تراجم اس سے بے بہرہ ہیں۔

ڈاکٹر مجید اللہ قادری ایک ماہر ارضیات ہیں، کراچی یونیورسٹی کے شعبہ ارضیات سے وابستہ ہیں ایک عرصہ سے علم ارضیات پڑھا رہے ہیں۔ وہ جب بحیثیت ماہر ارضیات امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن کا مطالعہ کرتے ہیں تو اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کرتے ہیں: ”یہ ترجمہ ایک طرف فنی اعتبار سے مستند ترین ترجمہ ہے تو دوسری طرف مکمل سائنسی ترجمان ہے۔“ [قرآن سائنس اور امام احمد رضا: 20]

مزید لکھتے ہیں: ”امام احمد رضا کے علوم و فنون کا مرکز قرآن حکیم ہے۔ امام احمد رضا ترجمہ قرآن میں اس بات کا خاص اہتمام کرتے ہیں کہ جس آیت سے جس علم پر روشنی پڑتی ہے اس آیت کا ترجمہ اسی علم کی مصطلحات میں کرتے ہیں۔“..... ”امام احمد رضا کے ترجمہ قرآن میں آپ کی صلاحیتوں کو دیکھ کر اندازہ ہوتا ہے کہ امام موصوف دینی معلومات کے ساتھ ساتھ عقلی اور سائنسی علوم کے بھی مجدد اور امام ہیں۔ راقم کے ترجمہ قرآن کے مطالعہ کے دوران کئی آیات سامنے آئیں جن کا علوم ارضیات سے گہرا تعلق تھا اور علم ارضیات کی اصطلاح میں صرف امام احمد رضا کا ترجمہ ہی واحد ترجمہ ہے جب کہ تمام اردو زبان کے مترجمین نہ صرف علم ارضیات بلکہ کسی بھی علم کی اصطلاحات میں ان آیات کا ترجمہ نہ کر سکے۔“ [قرآن کریم، امام احمد رضا اور سائنسی مصطلحات: اس ج 2]

ڈاکٹر مجید اللہ قادری کے مذکورہ مقالات سے چند مثالیں مختصراً پیش خدمت ہیں جن کے ذریعہ قارئین با آسانی جان لیں گے کنز الایمان واحد ترجمہ ہے جو سائنٹفک ترجمہ قرآن ہے۔

..... وَشِيزَتِ الْجِبَالُ فَكَانَتْ سَرَابًا ۝ [سورہ قلاباد: 20]
ترجمہ کنز الایمان: اور پہاڑ چلائے جائیں گے کہ ہو جائیں گے جیسے چمکتا رہتا پانی کا دھوکہ دیتا۔

امام احمد رضا کا یہ ترجمہ نہ صرف علم ارضیات و طبیعیات کے اصول و قوانین کے مطابق ہے بلکہ تفاسیر اسلاف اور لغت کے بھی صین موافق ہے۔ تفسیر مدارک میں ”سراب“ کی وضاحت ملاحظہ کیجئے:

”ریت کے ذرات جو پانی کی طرح چمکتے معلوم ہوں۔“ مفردات القرآن کی عبارت ملاحظہ فرمائیں: ”جب شدت گرمی میں دوپہر کے وقت بیاباں میں جو پانی کی طرح ریت چمکتی ہوئی نظر آتی ہے اس کو ”سراب“ کہتے ہیں۔“ اردو زبان کے تمام مترجمین سرابا کا ترجمہ صرف ریت کرتے ہیں جبکہ امام احمد رضا کا ترجمہ نہ صرف یہ ثابت کرتا ہے کہ امام احمد رضا اس عمل سے واقف تھے بلکہ یہ بھی بتاتا ہے کہ قرآن فنی کا جو ادراک انہیں اللہ تعالیٰ نے عطا کیا وہ صرف انہی کا خاصہ ہے۔

دراصل قیامت کے دن چونکہ زلزلوں کا ایک طویل سلسلہ شروع ہوگا جس کی وجہ سے پہاڑ سرکنا شروع ہوں گے، ٹوٹ کر گریں گے زمین پر تھر تھراہٹ کے باعث بڑے بڑے گڑھے پڑ جائیں گے زمین اسی دوران اپنا لاوا (Lava) اگلے گی اور جب تمام لاوا ٹھنڈا ہو جائے گا اور زمین کی سطح پھر کسی حد تک ہموار ہو جائے گی لوگ دوبارہ زندہ کر کے اس زمین پر لائے جائیں اور سخت پیاس میں مبتلا ہوں گے تو یہ زمین دور سے چمکتی ریت کی طرح پانی کا دھوکا دے گی۔ لوگ پانی کی طرف دوڑیں گے مگر پانی ان کو نہ مل سکے گا کیونکہ اس وقت زمین تانبہ کی کی ہوگی اور اس تانبے کی زمین پر سورج کی شعائیں پڑنے کے باعث اس کی سطح پر پانی کا گمان ہوگا۔ اس سارے منظر کے پیش نظر امام احمد رضا نے ”سراب“ کا ترجمہ نہایت ہی سائنٹفک طریقہ پر کیا ہے۔

امام احمد رضا نے ”سراب“ کا ترجمہ کرتے وقت سورۃ القارعہ کی آیت: ”وَتَكُونُ الْجِبَالُ كَالْعِهْنِ الْمَنفُوشِ ۝“ {اور پہاڑ ہوں گے جیسے دھکی ہوئی روئی۔} اور سورۃ المرسلات کی آیت: ”وَإِذَا الْجِبَالُ نُسِفَتْ ۝“ {اور جب پہاڑ غبار بن کر اڑا دیے جائیں۔} میں بیان کی گئی قیامت کے دن پہاڑوں کی حالت کو مد نظر رکھ کر کیا ہے۔ یہاں سے یہ بھی ظاہر ہوا کہ ترجمہ کے وقت امام احمد رضا کے نظر پر قرآن پر ہی صرف وہی آیت یا لفظ مکمل نظر نہیں تھا جس کا ترجمہ کیا جا رہا ہے اسی لئے امام احمد رضا کے ترجمہ میں کہیں کسی آیت کا ترجمہ دوسری جگہ کسی آیت کے متن یا ترجمہ سے گمراہ نہیں ہے۔

۲..... وَالْأَرْضُ نَعْدَ ذَلِكَ ذَحَا ۝ [الفرجات: 30]

{اور اس کے بعد زمین پھیلائی۔} {کنز الایمان}

بعض اوقات بڑی بڑی دراڑوں (Deep Faults) کے ذریعہ وہ لاوا اوپر آ جاتا ہے جو زمین کے نیچے ہر جگہ موجود ہے کہیں اس کی گہرائی ہزاروں فٹ ہے تو کہیں کئی سو میل۔

امام احمد رضا نے ”رواسی“ کا ترجمہ ”لنگر“ کیا ہے جب کہ دیگر مترجمین نے ”بھاری بوجھ یا پہاڑ“ کیا ہے۔ مثلاً:

”بھاری بوجھل پہاڑ“ ڈپٹی نذیر احمد دہلوی

”بھاری بوجھ“ محمود الحسن دیوبندی

”جیسے ہوئے پہاڑ“ ابوالکلام آزاد

”بھاری بھاری پہاڑ“ مقبول احمد دہلوی

”پہاڑ“ محمد یحییٰ جوٹا گڑھی

”مضبوط پہاڑ“ مولوی فیروز الدین

امام احمد رضا کا ترجمہ اس سائنسی عمل کو ظاہر کرتا ہے جو قدرت نے زمین کا توازن برقرار رکھنے کیلئے فرمایا ہے کیونکہ آپ اس عمل سے واقف تھے جبکہ دیگر مترجمین اس حقیقت تک نہ پہنچ سکے۔

۳..... يَا مَعْشَرَ الْجِنَّ وَالْإِنْسِ إِنِ اسْتَطَعْتُمْ أَنْ تَنْفُذُوا مِنْ أَقْطَارِ السَّمَاوَاتِ وَالْأَرْضِ فَانْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝ (مرحمن 33) [اے جن وانس کے گروہ! اگر تم سے ہو سکے کہ آسمان و زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو جاؤ جہاں نکل کر جاؤ گے اسی کی سلطنت ہے۔] {کنز الایمان}

امام احمد رضا کا ترجمہ یہ ثابت کرتا ہے کہ زمین کے کناروں نکلنا سے آسان تو نہیں مگر نکلنا جاسکتا ہے لیکن جن وانس زمین کی وسعتوں سے نکل کر جہاں کہیں بھی پہنچ جائیں مگر خالق کائنات کی سلطنت سے، اس کی خدائی سے باہر نہیں جاسکتے۔ انسان ترقی کرتے کرتے اس قابل تو ہو گیا کہ زمین کے کناروں سے نکل جائے اور اس کی مثال چاند پر انسان کا پہنچ جانا ہے۔ جب کہ دیگر مترجمین کے ترجمہ سے ظاہر ہوتا ہے کہ انسان زمین کے کناروں سے نکل نہیں سکتا، مثلاً: فَاَنْفُذُوا لَا تَنْفُذُونَ إِلَّا بِسُلْطَانٍ ۝

”مگر بدوں زور کے نکل نہیں سکتے (اور زور ہے ہی نہیں)“ اشرف علی تھانوی

”اور زور کے سوا تم نکل سکتے ہی نہیں“ فتح محمد جالندھری

”مگر کچھ ایسا ہی زور ہو تو نکلؤ“ ڈپٹی نذیر احمد

اردو زبان کے مترجمین نے ”دھلہ“ کا معنی پھیلنے کے بجائے ”جھاؤ“ کیے ہیں۔ جبکہ پھیلنا اور جھانا دو مختلف مفہوم رکھتے ہیں۔ جھانے سے جو مفہوم ذہن میں آتا ہے وہ یہ کہ کوئی چیز تہہ بہ تہہ جمتی ہے اور پھیلنے سے حجم (رقبہ) بڑھتا ہے۔ علم ارضیات کے ماہرین کا کہنا ہے کہ زمین جب سے وجود میں آئی ہے برابر پھیل رہی ہے۔ یہ عمل اس طرح جاری ہے کہ دنیا کے تمام بڑے بڑے سمندروں (OCEANS) یعنی بحیرہ ہند، بحیرہ اوقیانوس وغیرہ میں بچھوں 5 تا 6 میل گہرے پانی کے نیچے سمندری خندقیں ہیں۔ جن کو Oceanic Trenches کہا جاتا ہے موجود ہیں۔ یہ خندقیں ہزاروں میل لمبی ہیں، ان خندقوں سے ہر وقت گرم گرم گھلا ہوا لاوا (Lava) نکل رہا ہے۔ جب نیا لاوا نکلتا ہے تو وہ پہلے سے جمع شدہ لاوے کی تہہ کو دونوں جانب سرکاتا (کھسکاتا) ہے۔ خندق کے کنارے پر جو یہ عمل ہوتا ہے تو اس سرکنے سے پورا خشک براعظم بھی سرکتا ہے اور سمندر پیچھے کی جانب چلا جاتا ہے یعنی زمین کی سطح بلند ہو جاتی ہے۔

[The Revolving Earth, Page 53]

اسی وجہ سے براعظم برابر پھیل رہے ہیں، اس پھیلنے کی رفتار مختلف براعظموں کی مختلف ہے، کوئی براعظم 3 اور کوئی 4 سینٹی میٹر سمندر سے اونچا ہو جاتا ہے۔ سمندر کی 6 میل گہری تہہ میں قدرت کا یہ عمل کوئی اور نہ دیکھ سکا امام احمد رضا نے علوم باطنی کی روشنی میں یہ سائنسی عمل ملاحظہ فرمایا، اسی لئے آیت کا ترجمہ علم ارضیات کی اصطلاح کے مطابق کیا ہے۔

۳..... وَجَعَلْنَا فِي الْأَرْضِ ذَوَاتِ أَيْسَىٰ أَنْ تَجِدَ بِهِمُ الْأَنْبَاءَ ۚ (انبیاء 31) {اور ہم نے زمین میں لنگر ڈالے کہ انہیں لے کر نہ کاہنے۔} {کنز الایمان}

علم ارضیات کے مطابق زمین اپنی پیدائش کے وقت سے مسلسل چپکے لکھاری تھی، اس میں جنبش اور تھر تھراہٹ تھی پھر اللہ تعالیٰ نے اس پر پہاڑ پیدا فرما کر اسے سکون بخشا۔ پہاڑ زمین کے نیچے موجود لاوے میں اسی طرح لنگر انداز ہیں جیسے سمندری جہاز سمندر میں لنگر انداز ہوتا ہے۔ سمندری جہاز کے لنگر (Anchor) جس طرح جہاز کو روکے رکھتے ہیں اسی طرح یہ پہاڑ زمین کا توازن برقرار رکھے ہوئے ہیں۔ جہاں کہیں اس توازن میں فرق آتا ہے وہاں زلزلہ آ جاتا ہے اور

حضور تاج الشریعہ ﷺ کا دورہ مصر و شام 2009

عمرہ اور زیارت مدینہ کے بعد حضور تاج الشریعہ مصر اور شام علمی تبلیغی و روحانی دورے کیلئے شام تشریف لے گئے۔

بدھ 29 / اپریل 2009ء حضور تاج الشریعہ دن 10:45 بجے دمشق ایئر پورٹ، شام پہنچے۔ شیخ عمر عراقی (سابق مدرس جامعہ الرضا، برلی شریف) مولانا عامر اخلاق صدیقی، سید عامر علی شاہ، اجلال طیب اختر القادری آپ کے استقبال کے لئے ایئر پورٹ پر موجود تھے۔

بعد نماز عصر شام میں زیر تعلیم ہندو پاک کے طلباء حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کیلئے حاضر ہوئے اور نماز مغرب تک حضور سے مستفیض ہوتے رہے بعد ازاں طلباء نے آپ کی اقتداء میں نماز مغرب ادا کی پھر دست بوسی و دعاؤں کی درخواست کیساتھ رخصت ہوئے۔

حضور تاج الشریعہ کو علم علمائے شام الشیخ عبدالرزاق حلبي (آپ کی عمر تقریباً 100 سال ہے اور آپ شام میں جلی نام، علم کے لقب سے مشہور ہیں) نے عشائیہ پر مدعو کیا۔ حضور تاج الشریعہ کو لینے کے لئے مفتی دمشقی الشیخ عبد الفتاح الہزم (آپ سال گذشتہ میں رضوی کے موقع پر حضور تاج الشریعہ کی دعوت پر برلی شریف تشریف لائے تھے) کے صاحبزادے الشیخ وائل بزم تشریف لائے تھے اس موقع پر شیخ عبدالرزاق حلبي، شیخ عبدالفتاح الہزم و دیگر نے آپ کا والہانہ استقبال کیا۔ مفتی دمشقی نے حضور تاج الشریعہ کا تعارف کرایا۔ بقول مفتی دمشقی شیخ عبدالفتاح الہزم، جب حضور تاج الشریعہ اور الشیخ عبدالرزاق حلبي معانقہ فرما رہے تھے تو یوں محسوس ہو رہا تھا کہ 2 درویش مل رہی ہوں اور بدقتوں کی شناسائی ہو، حالانکہ دونوں بزرگوں کی یہ پہلی ملاقات تھی۔ رات گئے تک یہ علمی محفل جاری رہی۔

جمعرات 30 / اپریل 2009ء حضور تاج الشریعہ تقریباً دن 11 بجے شام کے شہر حمص کے لئے روانہ ہوئے۔ یہاں حضرت سب سے پہلے قاضی القضاۃ حمص الشیخ سعید الکحیل کے یہاں تشریف لے گئے۔ آپ نے حضور تاج الشریعہ کا شاندار استقبال فرمایا اور معانقہ و

دست بوسی فرمائی۔ دوران ملاقات حضور تاج الشریعہ نے سیدنا اعلیٰ حضرت علیہ السلام کی کتب الامن والعلیٰ لنا عیسیٰ المصطفیٰ بدافع البلاء اور قوارع القہار فی الرد الممجسمۃ الفجار (جن کی ترویج حقیق و تلقین حضور تاج الشریعہ نے فرمائی ہے)، اپنی کتب ادلہ مشارعی، اصحابی کمال النجوم اور عربی قصائد کا مجموعہ شیخ سعید کو پیش کیا۔ جواب میں شیخ سعید نے حضور تاج الشریعہ سے دعاؤں کی درخواست کی اور اپنی کچھ کتب پیش کیں۔ حضور تاج الشریعہ نے شیخ سعید الکحیل کو اجازت حدیث عطا فرمائی اور بریلی شریف آنے کی دعوت بھی دی۔

بعد ازاں حضور تاج الشریعہ نے شیخ سعید کے ہمراہ عظیم الشان جامع مسجد حمص ”جامع سیدنا خالد بن ولید“ میں حضرت خالد بن ولید کے مزار شریف پر حاضری دی۔ (شیخ سعید اس مسجد کے خلیفہ و امام ہیں) یہاں حضور تاج الشریعہ نے نماز ظہر کی امامت فرمائی اس موقع پر جم غفیر نے حضور تاج الشریعہ سے ملاقات و دست بوسی کا شرف حاصل کیا۔

بعدہ حضور تاج الشریعہ حمص کے مشہور قبرستان ”مقبرۃ القدیف“ تشریف لے گئے۔ اس قبرستان کے بارے میں مشہور ہے کہ یہاں تقریباً 800 صحابہ کرام مدفون ہیں۔ حدیث مبارکہ میں اس قبرستان کی فضیلت میں آیا ہے کہ یہاں مدفون 70 ہزار خوش نصیب بغیر حساب و کتاب جنت میں جائیں گے۔ (او کما قال النبی ﷺ) یہاں سے حضور تاج الشریعہ واپس دمشق روانہ ہوئے۔

بعد نماز مغرب رہا نگاہ پر ملاقات کے لئے آنے والوں کو حضرت نے زیارت و دست بوسی کا شرف بخشا۔ بعد نماز عشاء آپ ”جامعہ التوبہ“ دمشق کی دعوت پر وہاں منعقدہ ”مجلس الوفاء“ میں شرکت کیلئے تشریف لے گئے۔ (یہ مجلس جامعہ التوبہ میں ہر اسلامی مہینہ کی پہلی جمعرات کو منعقد ہوتی ہے) مسجد جامعہ التوبہ کے امام و خلیفہ شیخ ہشام ربانی (آپ حضور تاج الشریعہ کے جامعہ اہل ہر کے زمانہ طالب علمی کے ساتھی بھی ہیں) نے حضور تاج الشریعہ کا پر تپاک

استقبال کیا اور آپ کو منبر شریف پر جگہ پیش کی۔ شیخ ہشام برہانی نے جامعہ سے فارغ ہونے والے قرآن حفظ اور سیدہ عشرہ کے طلباء کو حضور تاج الشریعہ کے دست اقدس سے انعامی کتب دلوائیں۔ اس محفل میں حضور تاج الشریعہ نے اپنا عربی قصیدہ بھی سنایا نیز محفل کے اختتام پر دعا بھی فرمائی۔ اس موقع پر بھی بے شمار افراد نے آپ سے ملاقات اور دست بوی کا شرف حاصل کیا۔

جمعہ 1 / مئی 2009ء دن میں حضور تاج الشریعہ زیارات کیلئے تشریف لے گئے۔ سب سے پہلے دمشق میں ”باب الصغیر“ کے قبرستان تشریف لے گئے جہاں کئی صحابہ کرام اور اہل بیت خصوصاً حضرت بلال حبشی، ام المومنین سیدہ حفصہ، ام المومنین سیدہ ام سلمہ اور عبداللہ بن جعفر طیار رحمہم وغیرہ کے مزارات ہیں۔ اس کے بعد آپ ”جامع اموی“ تشریف لے گئے۔ یہ دنیا کی قدیم ترین مسجد میں شمار ہوتی ہے۔ یہاں حضرت یحییٰ بن زکریا علی نبینا وعلیہا الصلوٰۃ والسلام کا مزار شریف واقع ہے۔ حضور تاج الشریعہ نے 2 رکعت نفل ادا فرمائے اور مزار شریف پر حاضری دی۔ یہاں سے آپ شیخ محی الدین ابن عربی کے مزار شریف واقع ”قاسیون“ کیلئے روانہ ہوئے۔

بعد نماز مغرب حضرت کی جانب سے علماء شام کے لئے

دعوت کا اہتمام کیا گیا۔ محفل کا آغاز تلاوت کلام پاک و نعت مصطفیٰ ﷺ سے ہوا۔ محفل میں علماء شام کی بڑی تعداد تشریف فرما تھی، چند اکابر علماء کے نام درج ذیل ہیں۔

- | | |
|-------------------------|--------------------------------|
| (۱) شیخ عبداللہ الحارثی | (۲) شیخ عبدالفتاح المزوم |
| (۳) شیخ عبدالجلیل العطا | (۴) شیخ نضال آل دشی |
| (۵) شیخ عبدالقادر طاہر | (۶) شیخ عبدالنواب الروطان |
| (۷) شیخ علاؤ الدین حانک | (۸) شیخ محمد خیر طرشان |
| (۹) شیخ اسماعیل زہبی | (۱۰) دکتور عبدالرزاق الحمن شوا |

محفل میں شیخ علاؤ الدین حانک اور شیخ محمد خیر طرشان نے (یہ حضرات حضور تاج الشریعہ کی دعوت 2009ء میں مصر کے موقع پر بریلی شریف تشریف لائے تھے) حضور تاج الشریعہ کا شاعرانہ تعارف پیش کیا اور ہندوستان میں حضرت کی علمی اور روحانی خدمات پر روشنی ڈالی۔

محفل مبارکہ میں حضور تاج الشریعہ سے ملاقات کیلئے شیخ فاتح الکلتانی بھی تشریف لائے۔ (شیخ الکلتانی سید ہیں آپ کی عمر سال کے قریب ہے) حضور تاج الشریعہ نے شیخ الکلتانی کے متعلق فرمایا، مجھے چاہیے تھا کہ میں ان کی زیارت کیلئے جاتا۔

محفل میں مفتی دمشق شیخ عبدالفتاح المزوم، شیخ اسماعیل زہبی اور شیخ نضال آل رشی نے بھی خطاب فرمایا۔ مفتی دمشق نے اپنی تقریر میں فرمایا کہ، آپ (حضور تاج الشریعہ) کے آنے سے ہمارا شام روشن و منور ہو گیا۔ نیز انھوں نے بریلی میں اپنی حاضری کو ذکر کرتے ہوئے فرمایا کہ، جب میں نے آپ سے محبت کرنے والوں کو دیکھا تو مجھے صحابہ کی محبت کی یاد تازہ ہو گئی کہ ایمان یہ کہتا ہے کہ اپنے اساتذہ اور مشائخ کی اسی طرح قدر کرنی چاہیے۔ محفل کا اختتام حضور تاج الشریعہ کے عربی سلام اور آپ کی دعا پر ہوا اور آپ کی کتب علماء کو پیش کی گئیں۔

ہفتہ 2 / مئی 2009ء دن تقریباً 11 بجے ”دیر الزور“ (عراق) مرحوم کے قریب واقع شام کا شہر) سے علماء کا وفد ملاقات کے لئے تشریف لایا۔ بعدہ دمشق کے ”معهد الدولي لتعليم اللغة العربية والشریعة“ کے مدیر تشریف لائے۔ دوران ملاقات مختلف علمی موضوعات زیر بحث

شام 4:30 بجے صاحبزادہ مفتی دمشق شیخ وائل بزم حضور تاج الشریعہ کو شیخ رمضان سعید بوٹی (آپ شام کے علمی مکتب میں امام کی حیثیت رکھتے ہیں) سے ملاقات کے لئے لے جانے حاضر خدمت ہوئے۔ یہاں بھی علمی گفتگو رہی اور شیخ رمضان سعید بوٹی نے حضور تاج الشریعہ سے ملاقات پر اظہار مسرت فرمایا۔ اس موقع پر دونوں بزرگوں کے درمیان کتب کا تبادلہ بھی ہوا۔

رہائش گاہ واپسی پر حضرت نے مختصر طلباء و طالبات سے طلیحہ طلیحہ ملاقات فرمائی۔ خواہش مند مقامی اور بیرونی طلباء کو شرف بیعت سے نوازا، طلبہ نے نماز عشاء حضرت کی امامت میں ادا کی۔

بعد نماز عشاء شیخ علاؤ الدین حانک حضور تاج الشریعہ کو رات کے کھانے کیلئے اپنے گھر لے گئے۔ اس موقع پر مفتی دمشق بھی موجود تھے۔ یہاں سے حضور تاج الشریعہ، شیخ ابوالصمد ی البھولی

چچا تھا، جو مشرک تھا۔ یہ مسئلہ بھی حضرت شیخ الازہر نے قبول فرمایا۔ ان دونوں موضوعات پر حضور تاج الشریعہ کی تصانیف موجود ہیں جو مصر اور بیروت سے شائع ہو چکی ہیں۔ حضرت شیخ الازہر آپ کے علمی مقام اور ورع و تقویٰ سے بے حد متاثر نظر آئے۔ شیخ الازہر نے علمائے ہند اور علماء مصر کے درمیان روابط پر زور دیا اور خود ہندوستان تشریف لانے کا وعدہ فرمایا۔ نیز جامعہ ازہر اور حضور تاج الشریعہ کے ادارہ جامعہ الرضا، بریلی شریف کے درمیان ہر قسم کے علمی تعاون کی یقین دہانی بھی کرائی۔ حضور تاج الشریعہ نے اپنی اور سیدی اعلیٰ حضرت کی کتب بھی شیخ الازہر کو پیش کیں۔

شام 4 ربیعہ جامعہ ازہر کے مرکز صالح عبد اللہ کامل میں حضور تاج الشریعہ کے اعزاز میں عظیم الشان کانفرنس منعقد ہوئی۔ جس میں طہ ابو کریشہ (نائب رئیس جامعہ ازہر)، شیخ طہ حیشی الدسوقی، دکتور فتحی حمجازی، دکتور احمد ربیع احمد یوسف، دکتور حازم احمد محفوظ، شیخ جمال فاروق الدقاق، شیخ محمود حبیب کے علاوہ جامعہ ازہر، جامعہ بین النہس، جامعہ قاہرہ، جامعہ دول العربیہ کے اساتذہ اور دنیا بھر سے تعلق رکھنے والے طلباء نے شرکت کی۔ علامہ جلال رضا الازہری نے نظامت کے فرائض سرانجام دیئے۔ کانفرنس سے پروفیسر عبدالقادر نصار، علامہ طہ حیشی الدسوقی، علامہ سعد جاویش وغیرہم نے خطاب فرمایا۔ خصوصی خطاب حضور تاج الشریعہ نے فرمایا۔ 35 منٹ دورانیہ کے اس بیان میں حضور تاج الشریعہ نے فصاحت و بلاغت اور علم و فن کے وہ جوہر دکھائے کہ حاضرین عیش و عشرت کرا گئے۔ بعد ازاں سوال و جواب کی نشست ہوئی اور آخر میں علامہ گل محمد الازہری نے کلمات تشکرا داکئے۔ اس موقع پر حاضرین کے لئے پر تکلف طعام کا اہتمام بھی تھا۔ کانفرنس کے بعد علماء کرام اور طلباء سے حضور تاج الشریعہ نے ملاقات فرمائی۔ یہ کانفرنس اس اعتبار سے منفرد تھی کہ برصغیر کے کسی عالم دین کے اعزاز میں اپنی نوعیت کی یہ پہلی کانفرنس تھی۔

منگل 5 مئی 2009ء..... 1 ربیعہ دوپہر حضور تاج الشریعہ کی خصوصی ملاقات جامعہ ازہر کے صدر الشیخ احمد طیب اور مشہور عرب قلم کار الشیخ عبد اللہ کامل سے ادارۃ الجامعہ میں ہوئی..... بقیہ صفحہ ۳۶ پر ملاحظہ فرمائیں

(آپ شام کے بعد عالم دین ہیں۔ اجازت حدیث کیلئے محفل منظر کرتے ہیں صحاح ستہ وغیرہ کی اجازت ہمارے عینیت کرتے ہیں) سے ملنے ان کے گھر پہنچے۔ علمی گفتگو اور کتب کا تبادلہ بھی ہوا۔ آپ نے ایک طفرہ جس پر عربی قصیدہ نقش تھا حضور تاج الشریعہ کی خدمت میں پیش کیا روانگی کے وقت الشیخ ابوالحسن الیعتوبی نے اپنے اور بچوں کیلئے دعا کی درخواست کی، حضرت نے ان کو دعاؤں سے نوازا اور پانی دم کر کے عنایت فرمایا۔

اتوار 3 مئی 2009ء..... تقریباً دن 12 ربیعہ الشیخ ابوالخیر الحناہ تشریف لائے۔ حضور تاج الشریعہ کی کتب پر اپنی علمی رائے پیش کی اور اپنی کتب بھی حضرت کی بارگاہ میں پیش کیں۔ بعدہ طلبہ سے ملاقات فرمائی اور انہیں آنوگراف اور نصائح سے نوازا۔ ہندو پاک کے طلبہ نے بیعت، تہجد، بیعت یا طالب ہونے کا شرف حاصل کیا۔

تقریباً 3 ربیعہ حضور تاج الشریعہ مصر کیلئے روانہ ہو گئے، آج حضور تاج الشریعہ تقریباً 43 سال بعد مصر تشریف فرما ہوئے۔ آپ نے جامعہ ازہر مصر سے 1966ء سے فراغت حاصل کی تھی۔

پیر 4 مئی 2009ء..... یوں تو جامعہ ازہر کے لاتعداد فرزندان ایسے ہیں جن پر افراد اور خاندانوں، علاقوں اور خطوں کی کوئیں، خود جامعہ ازہر بلکہ تمام عالم اسلام کو بھی ناز ہے لیکن آج جس شخصیت نے جامعہ میں ورود فرمایا، اہل جامعہ ہی نہیں جامعہ کے درو دیوار بھی ان کے منتظر تھے، ایک بہار جانتنا جامعہ کی فضاؤں میں اتر آئی تھی۔ 11 تا 12 ربیعہ حضور تاج الشریعہ کی ملاقات مصر کے امام اکبر، شیخ الازہر علامہ سید محمد ططاوی سے ہوئی۔ مختلف موضوعات پر دونوں بزرگوں کے درمیان گفتگو رہی۔ شیخ الازہر نے 2 رسائل جن میں پہلے آپ کا مؤقف حضور تاج الشریعہ سے مختلف تھا اس ملاقات میں حضور کے موقف کی تائید فرمائی۔

1..... حدیث مبارکہ ”اصحابی کا النجوم باہم اقتدیتم اعتدیتم“ کو شیخ الازہر موضوع خیال فرماتے تھے لیکن اب آپ فرماتے ہیں: ”یہ حدیث تلقی بالقبول سے مقبول ہو گئی ہے اور موضوع نہیں ہے۔“

2..... حضرت ابراہیم علیہ السلام کے والد ماجد کا نام ”تارخ“ تھا۔ ”آزر“ جس کا ذکر قرآن کریم میں آیا ہے وہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کا